وَلَقَدْ يَسَّرْنَا ٱلْقُرْءَانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

اورہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کردیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے!

| | | | |
|---|---|---|---|
| جلد 11 | شمارہ 01 | ربیع الثانی 1438ھ | جنوری 2017ء |

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

# حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
حافظ مختار احمد گوندل
پروفیسر خلیل الرحمٰن
محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن
تزئین و گرافکس: جواد عمر
قانونی مشاورت:
محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِتعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

# مشمولات


| | | | |
|---|---|---|---|
| 1 | قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات | | 3 |
| 2 | بارگاہِ نبوی میں چند لمحات | | 5 |
| 3 | حرفِ آرزو | انجینئر مختار فاروقی | 6 |
| 4 | تحریک پاکستان میں اقبال کا کردار (2) | ڈاکٹر محمد اسلم ضیا | 11 |
| 5 | تقسیم برصغیر میں قائداعظم کا کردار | ڈاکٹر ممتاز عمر | 19 |
| 6 | لبسمّل کا کلام | محمد فیاض عادل فاروقی | 30 |
| 7 | دہشت گردی کی اصطلاح ...... اُمت مسلمہ میں بے چینی، ...... | ابوفیصل محمد منظور انور | 36 |
| 8 | خانۂ خدا اور ایجادِ فرنگ | سلیم جاوید | 42 |
| 9 | خاندانی منصوبہ بندی اور علماء | عبدالرشید ارشد | 47 |
| 10 | حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا | | 53 |
| 11 | انجمن خدام القرآن جھنگ کی سالانہ رپورٹ | | 56 |
| 12 | تبصرہ وتعارف کتب | | 63 |


ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

# قرآن مجید

کے ساتھ

# چند لمحات

سورۃ البینۃ آیات 8، رکوع 1

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَ الْمُشْرِکِیْنَ

جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک

فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا

وہ دوزخ کی آگ میں (پڑیں گے اور) ہمیشہ اس میں رہیں گے

اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ O

یہ لوگ سب مخلوق سے بدتر ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ O

وہ تمام خلقت سے بہتر ہیں

جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ

ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں

جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ

ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں

خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَآ اَبَدًا

ابدالآباد ان میں رہیں گے

رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ

اللہ ان سے خوش اور وہ اس سے خوش

ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّهٗ O

یہ صلہ اس کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

# بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً

میرے پیغام کو دوسروں تک پہنچاؤ، اگرچہ ایک آیت ہو

# بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

## قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

**اِنَّمَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ یَّرْجُوھَا وَ اِنَّمَا یُجَنَّبُ النَّارَ مَنْ یَّخَافُھَا وَ اِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ یَّرْحَمُ**

جنت میں صرف وہ آدمی داخل ہوگا جو اس کی اُمید رکھتا ہے، اور جہنم سے صرف اس آدمی کو بچایا جائے گا جو اس سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُسی آدمی پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتا ہے۔

(بیہقی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

**اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّونَ حِلْیَۃَ الْجَنّۃِ وحَرِیْرَھَا فَلَا تَلْبِسَوْھَا فِی الدُّنْیا**

اگر تم جنت کے زیور اور اس کے ریشمی لباس (حاصل کرنا) چاہتے ہو تو دنیا میں یہ مت پہنو۔

(النسائی عن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ)

# اسلام ــــ دوقومی نظریہ ــــ علامہ اقبال اور ــــ پاکستان کے مقتدر طبقات

انجینئر مختار فاروقی

- پاکستان کا یہ خطۂ زمین گذشتہ صدی کے وسط میں جنوبی ایشیا میں اہل اسلام کے اقلیت میں ہونے کے باوجود صدیوں حکومت کرنے کے بعد مغربی عالمی صہیونی ابلیسی استعمار کے ہاتھوں کہیں دوسو سال (جیسے بنگال وغیرہ) اور کہیں سو سال (جیسے سندھ مفتوحہ 1843ء اور پنجاب مفتوحہ 1846ء صوبہ کے پی کے وغیرہ) کی ذلت آمیز (بنی اسرائیل کی فراعنۂ مصر کی غلامی سے بدتر) غلامی کے بعد 'مملکت خداداد پاکستان' کے نام سے وجود میں آنے والے ملک کا مغربی بازو ہے جو 1947ء کے بعد مغربی پاکستان اور بھارت سے مشرق میں مسلم اکثریّت کا علاقہ مشرقی پاکستان کہلاتا تھا۔ اب مشرقی پاکستان 1971ء میں علیحدگی کے بعد بنگلہ دیش کہلاتا ہے۔

جنوبی ایشیا کے 1947ء کے وقت دس کروڑ مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر، سوچ، امنگوں، حوصلوں، نظریاتی تمناؤں اور خالق کائنات کی تعلیمات کے مطابق بلا لحاظ رنگ ونسب و مذہب انسانی فلاح و بہبود کے ارمانوں کی یہ امانت 1971ء کے بعد موجودہ 'پاکستان' اور اس کے باسیوں کے ناتواں کندھوں پر اللہ تعالیٰ نے بن مانگے رکھ دی تھی۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو اس خطہ پاکستان سے کچھ نظریاتی توقعات ہیں اور اس کے لیے اُس کے دستِ قدرت نے پچھلی چار صدیوں سے جو اسباب جمع فرمائے ہیں وہ کچھ کم بھی نہیں تھے۔

- جنوبی ایشیا میں مغل حکومت بابر سے اکبر کے عہد تک پھیل کر بنگال سے کابل تک وسیع

ہوگئی تھی۔ اکبر زیادہ وقت لاہور میں ہی رہا۔ اکبر کم عمری میں اپنے والد کی وفات پر حکمران بنا اور پچاس سال حکمرانی کی۔ کم عمری کی نمبرداری ہو یا سرداری، سیاست ہو یا حکومت، اہالیانِ پاکستان کے لئے یہ راز اب کوئی راز نہیں رہا کہ درپردہ ایک مافیا اور مفاد پرست طبقہ ہوتا ہے جو خاندانی وجاہت اور 'نام' کی وجہ سے کسی کو کم عمری میں اہم عہدہ دلا کر من مانی کرتا ہے اور اپنی حکومت کے مزے اُڑاتا ہے۔ فوائد سارے کے سارے خود سمیٹتا ہے اور بدنامی دوسرے کے سر آتی ہے کہ سٹیج پر وہی ہوتا ہے یہی کچھ اکبر کے ساتھ اس کے اہل علم دوستوں اور دانشور نورتنوں نے کیا تھا۔

لاہور میں اکبر بادشاہ اہل علم کے بین المذاہب 'مکالمے' کراتا اور خود ان کے اختلافات سے لطف اندوز بھی ہوتا اور ان سے فائدہ بھی اُٹھاتا کہ کامیاب حکومت کے لئے DIVIDE AND RULE ایک بڑا پرانا متفقہ اصول ہے۔

اسی اثنا میں 1000ھ آئی اور غالباً اہل کتاب کی طرف سے یہ بات آئی ہوگی کہ آسمانی ہدایت کی عمر 1000 سال ہے اسلام کو بھی ہزار سال ہو رہے ہیں تو اب دنیا کو ایک نئے دین کی ضرورت ہے۔ اکبر نے اپنی وسیع سلطنت میں موجود مذاہب کے درمیان PICK & CHOSE کے ذریعے کئی چیزیں جمع کر کے ایک نئے مذہب کا ملغوبہ تیار کیا اور اس میں ہر طبقہ فکر کے علماء نے حصہ لیا ہوگا اور اس مذہب کے مسوّدے کی نوک پلک درست کرنے کے ثمرات سمیٹے ہوں گے تا آنکہ اکبر نے اسلام سے رشتہ توڑ کر نئے دین 'دین الٰہی' کی بنیاد رکھ دی اور خود اس دین کے بانی کے حیثیت سے ملک میں بین المذاہب ہم آہنگی کا راگ الاپ کر اپنے دل میں امن وامان کی حکومت کا تصور کر کے بیٹھ گیا۔

● 1600ء کے قریب عالم اسلام بڑا وسیع تھا مگر تاریخ اسلام میں اس سے بڑا مہیب، مہلک اور اسلام بیزار فتنہ نہ پہلے اُٹھا اور نہ اس وقت کوئی اور امکان تھا کہ ایک عظیم خوشحال مسلمان مملکت کے سربراہ نے اپنے تمام سرکاری عمائدین کے متفقہ مشورے سے ایک فتنہ برپا کر دیا تھا۔ فرعون جیسے خدائی کے دعویدار، حکمران کے دربار میں اختلافِ رائے رہتا تھا مگر اکبر کے بگاڑ کا درجہ زیادہ خراب تھا اس لیے کوئی صحیح مشورہ دینے والا بھی نہ تھا کہ اس نے بزعم خویش ایک نیا دین جاری کر کے 'خدائی کا دعویٰ' کر دیا۔ یاد رہے کہ عالمی صہیونی مغربی ابلیسی استعمار اسی دور میں آئندہ

500 سالوں کے لیے عالمی قبضے کی سازشوں کا جال بُن رہا تھا اور انگلینڈ میں عین اسی دور میں ایک عیسائی گروہ نے عیسائیت اور آسمانی ہدایت سے بغاوت کر کے عیسائیت کے نام پر ایک نیا فرقہ PROTESTANTS کھڑا کر دیا تھا اور خود ہی سود حلال کر کے اس کو فروغ دینے کے لیے حکومتی (تاجِ برطانیہ کی) سرپرستی میں بینک آف انگلینڈ قائم کر دیا تھا اور 1602ء میں جنوبی ایشیا اور مشرق بعید کے ممالک کے لیے اپنے گماشتوں کے ذریعے تجارتی سرگرمیوں اور سازشوں کا جال بچھانے کے لیے 'ایسٹ انڈیا کمپنی' (E.I.C) کی بنیاد رکھی گئی تھی۔

● اللہ تعالیٰ نے اس فتنے کی مستقل سرکوبی کے لیے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اُٹھایا اور یکے بعد دیگرے بعد کی صدیوں میں کئی مجددین آئے اور انھوں نے اسلام کے نظریاتی احیاء کا کام سرانجام دیا۔ مغل حکومت تو اکبر کی وفات 1605ء کے بعد جہانگیر (وفات 1629ء)، شاہجہاں (وفات 1656ء)، اورنگ زیب (وفات 1707ء) کے بعد گرتی پڑتی 1857ء تک قائم رہی مگر اکبر کا ارتدادی فتنہ اس کی موت کے ساتھ ہی دفن ہوگیا۔ جہانگیر نے جلد ہی توبہ کر لی اور بعد کی زندگی مسلمان ہو کر گزاری۔ اس خاندان میں اورنگ زیب جیسا فرشتہ صفت حکمران بھی پیدا ہوگیا۔

● دست قدرت نے مجددین کے ذریعے اسلام کی نظریاتی آبیاری کا ایسا اہتمام فرمایا کہ وہ سلسلہ چار صدیوں تک جاری ہے۔ مغلوں کی حکومت کمزور کر کے 1802ء میں دہلی پر قبضہ کے بعد پورے ہند پر عالمی مغربی صہیونی ابلیسی سامراج نے براہ راست قبضہ کرلیا۔ مجددینِ اُمت کی محنت اور مساعی سے امت مسلمہ بیدار ہوئی تو اس نے کبھی احمد شاہ ابدالی کا رُوپ دھارا اور کبھی تحریک شہیدین کا رنگ دکھایا کبھی جنگ آزادی 1857ء کی صورت میں اُمت کی بیداری سامنے آئی اور کبھی ریشمی رومال وغیرہ کی تحریکوں کی شکل میں اس کا ظہور ہوا......بیسویں صدی میں پہلی جنگ عظیم کے وقت مغربی استعمار عالمی سطح پر چھا گیا پورے عالم اسلام پر قابض ہوگیا۔

● انگریزوں کے دورِ غلامی میں علی گڑھ اور دیوبند سے دو تحریکیں اُٹھیں اور اُمت مسلمہ دو دھاروں میں بٹ گئی۔ دیوبند کا نقطۂ نظر انگریز دشمنی میں نفرت اور عدمِ تعاون کا تھا جبکہ علی گڑھ کا نقطۂ نظر انگریز سے تعاون، جدید تعلیم کا حصول اور ترقی تھا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد ترکی میں

خلافت کے خاتمہ پر جنوبی ایشیا میں 'خلافت موومنٹ' چلی اور پورے برطانوی ہند کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مغربی علوم سے آراستہ لوگوں کی صحیح رہنمائی کے لیے علامہ اقبال جیسی شخصیت کھڑی کر دی جنھوں نے مغربی علوم کے جلو میں جو لادینی نظریات آرہے تھے ان کا ہر موقع پر ببانگ دہل مثبت اور مسکت جواب دے کر مسلمان نوجوانوں کو جذبہ دیا اور اسلام کے احیاء، خلافت کی بحالی، طلوعِ اسلام اور اسلام کے آئندہ عالمی غلبہ کی نوید بھی سنادی۔ علامہ اقبال کی نظمیں شکوہ (1911ء)، شمع و شاعر (1912ء)، جوابِ شکوہ (1913ء)، طلوعِ اسلام (1923ء) خوب عام ہوئیں اور عام مسلم بیداری کا سبب بن گئیں۔ علامہ اقبال کی فارسی شاعری اسرارِ خودی و رموزِ بے خودی، پیامِ مشرق، ارمغان حجاز اور ضربِ کلیم نے فلسفیانہ اور اعلیٰ علمی سطح پر اسلام کی حقانیت اور مستقبل کے انسان دوست طرزِ حکومت ہونے کا پرچار کیا۔

یہی جذبہ پھیلا اور علامہ اقبال کی زندگی ہی میں ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بن گیا۔ 1930ء کے علامہ اقبال کے خطبہ الٰہ آباد کے بعد تو مسلمان اپنے علیحدہ وطن کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ قائداعظم نے لندن سے آکر 1934ء میں مسلم لیگ کی قیادت سنبھالی اور اس مشکل کام کو علامہ اقبال کے دینی افکار کی روشنی میں ممکن بنا دیا۔

قائداعظم کے نزدیک پاکستان کا مطلب کیا تھا؟ وہ یہ ہے

''یاد رکھو! دنیا کی تمام مشکلات کا حل اسلامی حکومت کے قیام میں ہے۔ اسی مقصد کی خاطر میں لندن کی پرسکون زندگی کو چھوڑ کر عظیم مفکر علامہ اقبال کے تصور کو عملی جامہ پہنچانے کی خاطر ہندوستان آ گیا ہوں۔ ان شاء اللہ ایک ایسی فلاحی اور مثالی مملکت قائم ہوگی جس کی بنیاد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر ہوگی، اور دنیا اس کی تقلید پر مجبور ہو جائے گی۔'' (نئی دہلی میں انٹرویو۔ 26 نومبر 1946)

پاکستان 1947ء میں بن گیا تو یہ ملک 'مملکت خداداد پاکستان' کہلایا۔ قرارداد مقاصد منظور ہوئی مگر قائداعظم کی وفات کے بعد کیا ہوا؟ یہ سب کے سامنے ہے۔ باقی جماعتیں تو علیحدہ رہیں خود مسلم لیگ جو قائداعظم کی جماعت کی باقیات ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اور طویل عرصے سے حکمرانی کر رہی ہے اس کے ہاتھوں اس ملک کی دینی شناخت، اسلامی قوانین، اسلامی اقدار اور

مذہبی شعائر کی اہانت، سُود کے تسلسل اور بے حیائی و عریانیت کے فروغ کے لیے جو کچھ ہورہا ہے اس سے اللہ کی پناہ۔

● اسلام کے ساتھ جو کچھ ہورہا ہے وہ اپنی جگہ خود علامہ اقبال جو مفکر پاکستان کہلاتے ہیں ان کے ساتھ، ان کے افکار کے ساتھ، ان کی تعلیمات کے ساتھ سرکاری و غیر سرکاری سطح پر جو کچھ دیکھنے میں آرہا ہے وہ اس بات کو باور کرانے کے لیے کافی ہے کہ حکومت ملک میں اسلام کی نظریاتی بنیادیں، دوقومی نظریہ، فکر اقبال، اسلامی شعائر کا مذاق، بے راہ روی کا فروغ، 'بے حیائی اور لادینیت کے پھیلاؤ' جیسے اقدامات پر خاموش ہی نہیں بے دریغ رقم خرچ کرکے ان کے فروغ کا باعث بن رہی ہے۔

علامہ اقبال کی مثال اب اس ملک میں ایسی ہے جیسے کسی بستی میں کسی خاندان سے اس کے کسی بڑے بزرگ 'فرد' کو گھر سے نکال دیا جائے۔ ہم نے اقبال اور فکر اقبال کو اپنے گھر سے نکال باہر کرنے کا اہتمام کر دیا ہے اب دوسرے لوگ اس 'اقبال' کو اپنے ہاں 'پناہ' دے رہے ہیں اور ایسے بھی ممکن ہے کہ دشمن اس فرد کو پناہ دے کر ہمارا منہ چڑائے۔ ابھی تو انڈیا سے اقبال ایوارڈ (2015ء) آیا تھا اب ترکی سے بھی آیا ہے عین ممکن ہے کہ امریکہ بھی اقبال کی عزت افزائی کرکے اپنی غیر جانبداری کا ڈھنڈورا پیٹے اور ہماری رسوائی کا سبب بن جائے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اندرونِ ملک ہم نے نصاب سے اقبال کو نکالا، یومِ اقبال کی تعطیل ختم کی اور 'اقبال کے نام سے اداروں کو پنپنے سے روکے رکھا۔ نہ معلوم اس ساری کاوش کا انجام کیا ہوگا۔

---

**اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ** ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ اس اشاعت سے گیارھویں سال میں قدم رکھ رہا ہے۔ اس عرصے میں جو کچھ بھی اسلام اور پاکستان کی خدمت ہوسکی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید و نصرت سے بن پائی ہے اور جو غلطیاں ہوئی ہیں وہ سراسر ہمارے ادارتی عملہ اور مدیر مسئول کی لغزشوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرمائے اور ہماری مثبت کاوشوں کو شرفِ قبول عطا فرمائے۔ آمین۔

---

# تحریک پاکستان میں اقبال کا کردار

(2)

(گزشتہ سے پیوستہ)

ڈاکٹر محمد اسلم ضیا

(ریٹائرڈ پرنسپل غزالی کالج جھنگ)

## اقبال اور مسلم لیگ (۱)

مسلم لیگ کانگرس کی چیرہ دستیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہی تھی۔ یہ جماعت آپ کے ذہن کے مطابق تھی لہٰذا آپ مسلم لیگ میں شامل ہوگئے، رفتہ رفتہ اس کے جنرل سیکرٹری بن گئے۔ جس بات کو آپ نے صحیح محسوس کیا اس پر ڈٹ گئے۔ آپ نے سائمن کمیشن سے تعاون پر زور دیا کہ کمیشن کا بائیکاٹ مسلمانوں کے لیے ضرررساں ہوگا۔ اس طرح کمیشن کے سامنے اپنی امیدیں اور مفاد پیش کرنے کا موقع مل جائے گا جب سر شفیع لیگ نے، صوبائی خودمختاری کے مسئلے کو اہمیت نہ دی تو آپ معتمد کی حیثیت سے مستعفی ہوگئے۔ اگرچہ بعد میں، سر محمد شفیع نے علامہ کی تجویز کو منظور کر لیا اور آپ نے اپنا استعفیٰ واپس لے لیا۔ جب سائمن کمیشن کی رپورٹ شائع ہوئی تو آپ نے 26 جون 1930ء کے 'انقلاب' میں اس پر تبصرہ کیا اور اس کی خامیوں کو بے نقاب کیا۔

## مسلم لیگ کی صدارت اور خطبہ الٰہ آباد:

29 دسمبر 1930ء کو آپ نے مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے تقسیم ہند اور قیامِ پاکستان کا خطبہ ارشاد فرمایا، جو مسلمانانِ ہند کی سیاسی تاریخ میں اہم ترین دستاویز ہے۔ یہ خطبہ اپنی معنویت، اِفادیت اور جدتِ افکار کے لحاظ سے لاجواب ہے اس خطبے کے خاص خاص مباحث

مختصر طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔

**مسلمان اور نظریہ قومیّت:** اس خطبے میں آپ نے حب الوطنی اور سیاسی وطنیت کا فرق سمجھایا، یورپ کے تصورِ دین و دنیا کی نفی کی اور اس بارے میں اسلامی نقطۂ نظر پیش کیا۔ اسلام ایک زندہ قوت ہے جو ذہن انسانی کو نسل و وطن کی قید سے آزاد کر سکتی ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ مذہب کو فرد اور ریاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

**ہندو مسلم اِتحاد سے مایوسی:** آپ نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد کی ضرورت پر زور دیا مگر دریں حالات مایوسی کا اظہار کیا، نہرو رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جب سیاسی رہنما اس ذہنیت کا مظاہرہ کریں تو عوام میں یگانگت کیسے پیدا ہوگی۔

**پاکستان کا تصور:** یورپ کے اصولِ جمہوریت کو ہندوستان میں اس وقت کام میں لایا ہی نہیں جا سکتا، جبکہ فرقہ وارانہ گروہوں کے وجود کو تسلیم نہ کیا جائے اس لیے مسلمانوں کا یہ مطالبہ حق بجانب ہے کہ ہند کے اندر ایک اسلامی ہند ہونا چاہیے۔۔۔۔ذاتی طور پر میری یہ خواہش ہے کہ صوبہ پنجاب، سرحد، سندھ، بلوچستان کو ملا کر ایک مجموعی ریاست بنا دیا جائے خواہ یہ سلطنت برطانیہ کے اندر ہو یا باہر۔ مجھے تو نظر آتا ہے کہ کم از کم شمالی مغربی ہند کے مسلمانوں کو آخر کار ہند میں ایک مسلم ریاست بنانی ہوگی۔۔۔۔ اگر اس میں سے غیر مسلموں کی اکثریت والے علاقے مثلاً ضلع انبالہ اور دیگر اضلاع الگ کر دیے جائیں تو اس کی وسعت اور انتظامی مشکلات میں اور کمی ہو جائے گی۔ اس طرح مخلوط اور جداگانہ انتخاب کا مسئلہ بھی خود بخود حل ہو جائے گا۔۔۔۔۔ ہندوستان، مسلم آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کر سکے اس طرح نہ صرف ہندوستان کا مسئلہ حل ہو جائے گا بلکہ اس سے مسلمانوں کے احساسِ ذمہ داری قوی ہو جائیں گے اور ان کا جذبہ حب الوطنی بڑھ جائے گا۔

گول میز کانفرنس 1930ء کی فرقہ وارانہ ذہنیت کے بارے میں آپ نے مایوسی کا اظہار کیا کیونکہ اس کانفرنس کے ہندو نواز صدر مسٹر ریمزے میکڈانلڈ، جداگانہ انتخاب کا حق ماننے کے لئے تیار نہ تھے کہ یہ مغربی جمہوریت کے منافی ہے۔ آپ نے انگریزوں پر واضح کیا کہ مغربی

جمہوریت مجموعہ اقوام (ہندوستان) کے روگ کا علاج نہیں۔

مسلمانانِ ہندوستان کسی ایسی آئینی تبدیلی کو قبول نہیں کریں گے جس کے تحت وہ بنگال اور پنجاب میں جداگانہ انتخاب کے ذریعے اپنی اکثریت حاصل نہ کرلیں یا مرکزی مجلس میں انہیں 33 فیصد نشستیں نہ مل جائیں، اس سلسلے میں، آپ نے میثاقِ لکھنؤ کی مذمت کی، سائمن کمیشن پر انتقاد کیا اور آپ نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کرکے بلوچستان میں ضم کردیا جائے، سندھ اور سرحد کو صوبوں کے برابر درجہ دیا جائے اور ان میں بھرپور اصلاحات کی جائیں۔

علاوہ ازیں اس خطبے میں آپ نے مشترکہ دفاع، قوموں کے عروج وزوال، مسلم امہ کی نااتفاقی اور اچھے رہنماؤں کے فقدان کا بھی ذکر کیا۔

**مسلم کانفرنس اور اقبال:** جب خلافت تحریک دم توڑ چکی اور مسلم لیگ میں پہلا سا دم خم نہ رہا تو مسلم قیادت کا خلا پیدا ہوا، ضرورت محسوس ہوئی کہ نامور اور چیدہ رہنماؤں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے چنانچہ آل انڈیا مسلم کانفرنس کے نام سے ایک بورڈ تشکیل دیا گیا جو حکومت کی پالیسیوں کا سخت ناقد بن گیا۔

مسلم لیگ اور مسلم جماعتوں نے جناح کے 14 نکات سے اتفاق کرلیا۔ نیز اقبال کے خطبہ الٰہ آباد کی تائید کی۔ اقبال نے 1929ء میں اس جماعت کے اچھے مقاصد کے پیش نظر اس کی رکنیت قبول کی اور مختلف اوقات میں اس کے اجلاس کی صدارت کی۔ ان میں اہم جلسہ وہ ہے جو 21/مارچ 1932ء کو منعقد ہوا۔ اس میں آپ نے خطبہ الٰہ آباد کی مانند زبردست خطبہ دیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس خطبے میں آپ نے سرکاری پالیسیوں پر بے باکی سے تنقید کی۔ آپ کی تقریر کے اہم نکات یہ تھے: (الف) مسلمانوں کے جداگانہ حقوق کے تحفظ پر زور۔ (ب) گول میز کانفرنس میں ہندوؤں اور انگریزوں کے رویّے پر انتقاد۔ (ج) صوبہ سرحد اور ریاست کشمیر میں مسلمانوں کی حالت زار اور آئندہ کا لائحہ عمل۔ پروگرام کے آخر میں قراردادیں پیش کی گئیں جو آپ کے مشورے سے مرتب ہوئیں۔ جون، جولائی 1932ء میں آپ نے مسلم کانفرنس کی سرگرمیوں کے بارے میں چند اخباری بیانات دیے، مسلم کانفرنس کا ایک اجلاس 7/اگست کو دہلی میں ہوا، صدارت علامہ نے کی۔ 23/اگست کو مجلس عاملہ کے اجلاس کی صدارت بھی آپ نے فرمائی۔ اس

اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی گئی مسلم کانفرنس کو، لیگ میں مدغم کرنے میں، آپ کا بڑا حصہ تھا۔

## گول میز کانفرنس:

1930ء میں برصغیر کے سیاسی مسئلے اور آئندہ دستور پر بحث وتمحیص کے لیے ایک گول میز کانفرنس منعقد ہوئی۔ علامہ اقبال نے اس میں شرکت نہیں کی مگر مسلم مطالبات کی حمایت میں اخباری بیان جاری کیے، جب مسلم مندوبین برطانوی حکومت کی خوشنودی کے لیے جداگانہ طریق انتخاب کا مطالبہ، ترک کرنے پر رضا مند ہو گئے تو آپ نے دیگر رہنماؤں کے ساتھ اپنی تشویش کا اظہار ایک تار کے ذریعے کیا۔ 'اگر ان کے مطالبات تسلیم نہیں کیے جاتے تو وہ کانفرنس کا بائیکاٹ کر کے واپس آجائیں'۔

## دوسری گول میز کانفرنس:

(1931ء) مسلم وفد کے سربراہ آغا خان تھے اس میں علامہ اقبال نے شرکت کی اور موصوف کو مفید مشورے دیے۔ دو کمیٹیاں تشکیل دی گئیں: (۱) اقلیتوں کے مسائل کی کمیٹی (۲) مجلس تشکیل وفاق۔ آپ اوّل الذکر کمیٹی سے متعلق تھے۔ آپ نے اقلیتوں کا مسئلہ خوش اسلوبی سے اٹھایا۔ اقلیتوں نے جداگانہ انتخاب کا متفقہ فیصلہ پیش کر دیا۔ گاندھی نے عجیب وغریب شرطیں عائد کیں، سکھوں نے بھی عدمِ تعاون کیا جس کی وجہ سے اقلیتوں کی کمیٹی کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی۔

'آل انڈیا فیڈریشن کے متعلق' آپ پہلے خطبہ الہ آباد میں اظہار فرما چکے تھے کہ پہلے صوبوں کو خود مختاری دی جائے پھر مرکز میں وفاق قائم کیا جائے۔ یہ طے ہوا کہ مسلم مندوبین کمیٹی کی کارروائیوں میں حصہ نہ لیں لیکن بعض ممبروں نے طے شدہ پالیسی کے خلاف نہ صرف اجلاس میں شرکت کی بلکہ سرگرم حصہ لیا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری اور مسلم وفد سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ بات غلط ہے کہ آپ کانفرنس سے مستعفی ہو گئے۔۔۔۔ غرض کانگرس کے متعصّبانہ رویّے کی وجہ سے یہ کانفرنس بھی ناکام رہی۔ کانفرنس کے خاتمے پر آپ فلسطین چلے گئے اور مؤتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں مسلمانانِ ہند کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے۔

## تیسری گول میز کانفرنس:

وائسرائے کی پُرزور سفارش پر آپ کو تیسری کانفرنس میں مندوب بنایا گیا۔ آپ نے

جانے سے پیشتر ''ہمدم'' لکھنؤ کے نام خط لکھا جس میں مسلمانوں کے مطالبات کا ذکر تھا، علامہ نے کانفرنس میں زیادہ سرگرمی نہیں دکھائی البتہ وفاق کے مباحث میں حصہ لیا، آپ نے سرے سے وفاق کے تصور کی مخالفت کی اور کہا کہ ہر صوبے کو خودمختار ریاست بنا دیا جائے اور اس کا تعلق براہِ راست لندن میں وزیر ہند ہو۔ آپ کی رائے کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ ایک فیصلے سے آپ خوش تھے کہ اچھوت قوم کو نئی زندگی ملے گی۔ لندن میں آپ نے اہل الرائے سے نجی ملاقاتیں کیں دارالعوام کے جلسے میں شرکت کی اور مسلم مطالبات کا اظہار کرتے رہے۔ کانفرنس سے فارغ ہو کر آپ پیرس، ہسپانیہ اور اٹلی گئے اور چار ماہ بعد وطن واپس لوٹے۔ آخر میں حکومت برطانیہ نے ایک قانون کا اعلان کر دیا جو دسمبر 1934ء کو پارلیمنٹ میں منظور ہوا۔ اسے 1935ء کا ایکٹ کہتے ہیں یہ مایوس کن دستاویز تھی جناح اور اقبال دونوں اس ایکٹ کے بنیادی اصولوں کے خلاف تھے۔ مجوزہ فیڈریشن کو دھوکہ قرار دیا۔ جس میں ہندوؤں کو پورا پورا مفاد پہنچایا گیا اور مسلمانوں کے مستقبل کو نظرانداز کر دیا۔

## علامہ اقبال اور پنجاب میں مسلم لیگ کی تنظیم نو:

ایکٹ 1935ء کے نفاذ سے ہند کی سیاست میں نیا تموج پیدا ہوا، ہر صوبے میں سیاسی سرگرمیوں کا آغاز ہوا، قائداعظم نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کا بیڑا اٹھایا، بمبئی کے اجلاس میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ مرکزی پارلیمانی بورڈ اور ہر صوبے میں صوبائی الیکشن بورڈ قائم کیے جائیں۔ مجوزہ بورڈوں کی تشکیل کے سلسلے میں آپ نے سب سے پہلے پنجاب کا دورہ کیا (29 اپریل 1936ء) پنجاب اس وقت سرکار پرستوں کا مرکز تھا۔ یہاں یونینسٹ پارٹی کا راج تھا آپ نے اس کے سربراہ سر فضل حسین سے ملاقات کی اور تعاون چاہا انہوں نے مسلم لیگ میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ قائداعظم کو بہت مایوسی ہوئی پھر آپ نے علامہ اقبال کی طرف رجوع کیا جو کہ اندھیرے میں ایک ٹمٹماتی ہوئی روشنی تھی۔ علامہ نے صحت کی کمزوری و دیگر مصائب کے باوجود مدد کا وعدہ فرمایا اور مسلم لیگ کو عوامی جماعت بنانے پر زور دیا۔

8 مئی 1936ء کو علامہ اقبال نے دیگر مسلم رہنماؤں کے اشتراک سے، مسلم لیگ اور قائداعظم کی حمایت میں ایک پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کیا جس کا عنوان تھا ''مسلمانانِ پنجاب کے نام ایک اپیل''۔ 12 مئی 1936ء کو علامہ کی زیر صدارت پنجاب مسلم لیگ کی تنظیم نو کا اجلاس

ہوا۔مندرجہ ذیل عہدیداران کا تقرر عمل میں آیا۔صدر: علامہ اقبال۔نائب صدر: ملک برکت علی، خلیفہ شجاع الدین۔سیکرٹری : غلام رسول بیرسٹرایٹ لا۔ جوائنٹ سیکرٹری: عاشق حسین بٹالوی، میاں عبدالمجید۔یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ پنجاب مسلم لیگ، مرکزی پارلیمانی بورڈ اوراس کی پالیسیوں کی حمایت کرے گی۔ 21 مئی کو قائداعظم نے مرکزی پارلیمانی بورڈ کے اراکین کا اعلان کیا جس میں ہندوستان کے ہرصوبے کے نمائندے شامل تھے۔پنجاب کے لیے گیارہ اراکین منتخب کیے گئے جن میں علامہ اقبال سرفہرست تھے۔23 مئی 1936ء کے خط بنام قائداعظم میں، علامہ نے مسلم لیگ کی کامیابی کا ذکر کیا۔ 28 مئی کو علامہ کے دولت کدہ جاوید منزل میں، علامہ کی صدارت میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا جس میں یہ قرارداد پاس ہوئی کہ عام انتخابات میں مسلم لیگ حصہ لے گی اس کے لیے صوبائی بورڈ کی تشکیل ہو، قواعد وضوابط مرتب کیے جائیں۔8 جون کے اجلاس میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ضلع اور تحصیل کے سطح پر مسلم لیگ کی تنظیم نو کے لیے کوششیں شروع ہوئیں، اقبال کے نام سے اپیلیں ارسال کی گئیں۔علامہ نقاہت کے باوجود، سارے کام کی نگرانی کرتے تھے۔ایک موقع پر 6 جون کو قائداعظم کو لاہور پہنچنا تھا۔ یونینسٹوں نے سیاہ جھنڈیوں سے مظاہرے کا پروگرام بنایا علامہ نے اپنے مسلم لیگی ساتھیوں کی مدد سے اس پروگرام کو ناکام بنا دیا۔ابتدا میں، اتحاد ملت اور مجلس احرار نے مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کیا مگر یہ تارعنکبوت ثابت ہوا۔ اسی طرح مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی کے درمیان مفاہمت کی بات چیت ہوئی مگر وہ بھی بے سود رہی، اس کے بارے میں علامہ نے ایک خط کے ذریعہ قائداعظم کی رائے دریافت کی (خط بنام قائداعظم 22 اگست 1936ء)۔میاں فضل حسین کے انتقال کے بعد، سرسکندر حیات یونینسٹ پارٹی کے سربراہ بنے تو انہوں نے مسلم لیگ سے راہ ورسم پیدا کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہ کی۔

خرابی صحت کی بنا پر علامہ نے مسلم لیگ سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا مگر جب یہ محسوس کیا کہ اس کا فائدہ مخالفین کو پہنچے گا تو اپنا استعفیٰ واپس لے لیا اور پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی دکھائی۔ان کی ذاتی کوششوں سے بے شمار لوگ مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔1937ء کے انتخابات کے لیے علامہ نے قائداعظم کو لاہور آنے کی دعوت دی۔آپ 9 اکتوبر 1936ء کو لاہور تشریف لائے دو ہفتے قیام کیا۔11 اکتوبر کو مسلم لیگ کا جلسہ ہوا جس میں جناح نے تقریر کی اوراس طرح انتخابی

مہم کا آغاز ہوا۔ علامہ، علالت کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، قائد اعظم نے، اقبال کی عیادت کی اور مسلم لیگ کی تنظیم کے لیے ان کی کوششوں کو سراہا۔ مسلم لیگ کی روز افزوں ترقی اور عوامی مقبولیت یونینسٹوں کو کھٹک رہی تھی۔ سر سکندر حیات نے اقبال کو کہلوا بھیجا کہ اگر مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ الیکشن سے دستبردار ہو جائے تو دو مسلم لیگی ممبران بلا مقابلہ منتخب کر لیے جائیں گے۔ علامہ نے خفگی کے ساتھ اس تجویز کو ردّ کر دیا۔ انہوں نے فرمایا:

> ''مسلم لیگ کا مقصد محض اسمبلی کی سیٹیں حاصل کرنا نہیں بلکہ پنجاب کے عوام میں سیاسی و سماجی شعور پیدا کرنا اور انہیں خوابِ غفلت سے بیدا کرنا ہے۔ مسلم لیگ کبھی اصولوں پر سودے بازی نہیں کرے گی۔''

مسلم لیگ نے آٹھ حلقوں سے اپنے امیدوار کھڑے کیے اور محدود وسائل کے باوجود جم کر مقابلہ کیا مجلس احرار اور انجمن اتحاد ملت نے، مشترکہ امیدوار کی تجویز کو نہ مانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یونینسٹوں نے اکثر مقامات پر کامیابی حاصل کی۔ مسلم لیگ کے صرف دو امیدوار کامیاب ہوئے اگر صورت حال کو دیکھا جائے تو مسلم لیگ کی ظاہر شکست بھی فتح معلوم ہوتی ہے اس قسم کے احساسات کا اظہار قائد اعظم نے سیکرٹری مسٹر غلام رسول کے نام ایک خط میں فرمایا۔ صرف پانچ ماہ کے اندر پنجاب میں مسلم لیگ کا جھنڈا گاڑنا اور اسے مضبوط بنیاد پر استوار کرنا، اقبال کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ آپ نے پنجاب میں ایسی فضا پیدا کر دی جس سے مسلم لیگ کی کامیابیوں کے لیے راہ ہموار ہوگئی علامہ نے قائد اعظم سے درخواست کی آل انڈیا مسلم لیگ کا آئندہ اجلاس پنجاب میں منعقد کیا جائے۔ اس سلسلے میں آپ نے چند خطوط لکھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ملّی تحفظ کا عظیم الشان فیصلہ لاہور ہی میں ہوگا۔

23 مارچ 1940ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے دوسرے دن قائد اعظم نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری سیّد مطلوب حسین سے فرمایا: ''آج اقبال ہم میں موجود نہیں اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ جان کر بہت خوش ہوتے کہ ہم نے بالکل ایسے ہی کیا جس کی وہ خواہش کرتے تھے''۔

اقبال اور تحریک پاکستان کے جائزے سے ذیل کے نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

1۔ ہندو اور مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں بلکہ ہنود آپ کے نزدیک ایک قوم نہ تھے۔

ہندوؤں کے متعصّبانہ رویّے سے آپ پر یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ ہندو مسلم اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

2۔ آپ کو ابتدا ہی سے سیاست سے دلچسپی تھی، آپ کی سیاست میں ذاتی اغراض اور مادی فوائد کو دخل نہ تھا۔آگے جو قدم بھی اٹھایا وہ مسلمانانِ ہند کی بہتری کے لیے تھا، پنجاب اسمبلی میں آپ نے اپنا سیاسی، معاشرتی اور قانونی کردار ادا کیا اور بہت سی آئینی اصلاحات کروائیں۔ پاکستان اور مسلمانانِ پاکستان پرآپ کے بہت سے اثرات ہیں، ہمارے دستور کے کئی حصے ہیں جو اسلام کی تعلیمات پر مبنی ہیں جن پر آپ نے بہت زور لگایا۔

3۔ سیاسی لیڈروں سے آپ کا اختلاف ایک مخصوص فکر کی وجہ سے اور اس کا خاص پس منظر ہے، لکھنؤ پیکٹ ہو یا مسئلہ خلافت، سائمن کمیشن کی بات ہو یا گول میز کانفرنس میں مسلم وفد سے مقاطعہ ۔۔۔۔ آپ پر انگریز دوستی کا الزام بھی غلط ہے وہ انگریزوں کے موردِ عنایت ہوئے مگر اپنے اصولوں سے منحرف نہیں ہوئے۔

4۔ مسلم کانفرنس کا پلیٹ فارم ہو یا مسلم لیگ کا، آپ نے مسلمانوں کی عظیم الشان سیاسی خدمات سرانجام دیں۔ پنجاب میں مسلم لیگ کی تنظیم نو میں، بیماری اور ذاتی مصائب کے باوجود بڑی محنت کی۔ قائداعظم کے صلاح کار بنے۔ موصوف کو بھی آپ کے سیاسی آرا و افکار سے پورا پورا اتفاق تھا ''مسلم لیگ کے نازک ترین اوقات میں آپ ایک چٹان کی طرح ڈٹے رہے اور ایک لمحے کے لیے بھی قدم نہ ڈگمگائے''۔

ہم اپنے مضمون کو سر شیخ عبدالقادر کے اس قول پر ختم کرتے ہیں:

سیاست دان کے لیے تین باتیں ضروری ہیں: اوّل، وسیع معلومات رکھتا ہو۔ دوم، طویل تجربے کا حامل ہو اور صائب الرائے ہو۔ سوم، سیاست دان وہ کام سرانجام دے جو مناسب وقت پر ہو جس میں نفع یقینی ہو اور نقصان کا احتمال کم ہو۔ جس سے ملک کے باشندوں کو حقیقی اور دیرپا فائدہ پہنچے۔

اس میں کوئی شک وشبے کی گنجائش نہیں کہ علامہ اقبال میں تینوں صفات موجود تھیں۔

---

# تقسیم برصغیر میں قائداعظم کا کردار

ڈاکٹر ممتاز عمر (کراچی)

قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت اپنی ہمہ گیری کی بدولت تاریخ میں روشنی کے مینار سے تعبیر کیے جانے کے لائق ہے۔ ان کی جدوجہد اور اصول پسندی نے تاریخ کے دھارے کا رُخ بدل کر رکھ دیا۔ عزمِ مصمم، استقلال اور جرأت مندی ان کے اوصاف میں شامل تھی، جس نے انہیں اس قدر توانا کیا کہ اُس عہد کی سب سے بڑی سپر پاور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئی۔ قائد کی ولولہ انگیز قیادت نے دنیا کی دوسری اسلامی نظریاتی مملکت کے وجود کا احساس برصغیر کے مسلمانوں میں اس طرح جاگزیں کیا کہ ان کے دلائل کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکا۔

مومن کی ہے آفاق میں صرف ایک ہی پہچان
روشن ہے یہاں اس سے بھلائی کا ہر امکان
یہ وقت کا درویش کبھی وقت کا سلطان
ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

پاکستان کے قیام کو 70 سال ہوا چاہتے ہیں لیکن ذرا رُک کر ماضی کے ان دریچوں سے روشنی حاصل کریں جن پر عمل پیرا ہو کر قائداعظم نے اپنی زندگی گزار دی۔ انہوں نے جس نظریۂ حیات کو اختیار کیا اس کے بنیادی فلسفے اور اعتقاد کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ ان کے عقائد

ٹھوس تھے، وہ وقتی توجیہات کے قائل نہ تھے، جس کی بدولت ان کے یہاں زندگی کا صحیح رُوپ دَرآیا تھا۔ وہ ایسا نرم چارہ نہ تھے جسے بآسانی ہڑپ کرلیا جائے۔ انتہائی ہوشیار، بیدار مغز اور اصول پرست تھے۔ انہوں نے اس امر کو ذرا دیر سے سہی سمجھ لیا تھا کہ مسلمان ہونے کے ناطے حق و باطل دونوں سے رشتہ استوار نہیں رکھا جاسکتا۔

ے
نہ شانِ سکندر نہ تمکین دارا
خدا داد ایمان کی قوت کا سہارا
ہے اللہ اکبر سدا جن کا نعرہ
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

ان کی شخصیت میں وہ نمائشی جاذبیت اور دکھاوا نہ تھا جو سیاسی رہنماؤں کو پُر اثر بنا دیتا ہے وہ اپنے سیاسی مقصد اور نصب العین کو سب کچھ جانتے تھے۔ ان کے خیال میں ان کی شخصیت اور ذاتی معاملات کا عوام کو معلوم ہونا کوئی ضروری امر نہ تھا۔ یہاں تک کہ اُس دور میں جب وہ ہندوستان کے مسلمانوں کو منظّم کررہے تھے اور انہیں عوام کی تائید اور تعاون کی سخت ضرورت تھی، تب بھی انہوں نے کبھی محض لوگوں کی خوشنودی اور ان کی واہ واہ سننے کے لیے کوئی کام نہ کیا۔ اگر ان کے ابتدائی ایام کا جائزہ لیا جائے تو وہ انگلستان کے نظام سے کسی قدر متاثر معلوم ہوتے ہیں کہ وہ جناح بھائی کے بجائے خود کو مسٹر جناح کی شناخت عطا کرتے ہیں اور ساتھ آنکھ پر اکّا یا یک چشمہ (MONOCLE) لگانا شروع کر دیا جو شاید برطانوی مدبّر جوزف چیمبرلین کی تقلید میں رہا ہوگا۔ انہوں نے لنکز اِن کو تعلیمی مقاصد کے لیے منتخب کرنے کی یہ وجہ بیان کی کہ دنیا کے بڑے بڑے قانون سازوں میں حضور اکرم ﷺ کا نام بھی اس کے دروازے پر لکھا دیکھا تھا اور یہی محبت و عقیدت ان کے دل و دماغ میں اس طرح اتر گئی کہ وہ اسی کے ہو رہے۔

ے
نہ یہ اقوام نہ اہل کرم تیرے ہیں
اور دنیا کے وسائل بھی تو کم تیرے ہیں
ہم سے پوشیدہ بھی کب ہیں یہ جو غم تیرے ہیں

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ان کی گفتگو میں آہستگی، مزاج میں پختگی اور دلائل میں وزن، معاملات میں دیانتداری کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ایک موقع پر ایک جج نے ذرا بلند آواز میں دلائل دینے کا کہا تو کہنے لگے" میں بیرسٹر ہوں، ایکٹر نہیں"۔ جب جج نے دوبارہ درخواست کی تو گویا ہوئے" کتابوں کا انبار اپنے سامنے سے ہٹا لیں تو آپ آسانی کے ساتھ مجھے سن سکیں گے"۔ قائداعظم کا یہ روپ تو نجی کہا جا سکتا ہے۔

عملی سیاست میں قائداعظم نے پہلے پہل کانگریس میں شمولیت اختیار کی۔ ان کا سیاسی قد اس اعتبار سے بھی مہاتما گاندھی سے بلند ہے کہ وہ کانگریس میں ان سے پہلے نہ صرف شامل ہوئے بلکہ اپنا ایک سیاسی مقام بنا چکے تھے۔ وہ غیر منقسم ہندوستان کی آزادی کے سرگرم کارکن تھے۔ لیکن اپنے مقصد کے حصول کے لیے وہ جدوجہد پر یقین رکھتے ہوئے جمہوری قدروں کے امین ثابت ہوئے کیونکہ وہ پُر امن تحریک کے ذریعے آزادی کے حصول پر یقین رکھتے تھے۔ ابتداً وہ متحدہ ہندوستان کے حامی تھے کیونکہ وہ ہندو اور مسلم ہر دو کے لیے آزادی کے تصور کو غلامی سے برتر جانتے تھے۔ ان کی خود دار طبیعت انھیں کسی کے آگے سر تسلیم خم کرنے میں حائل رہی لیکن اس کے باوجود وہ ہندو رہنما گوپال کرشن گوکھلے سے متاثر تھے اور ان کی عزت کرتے تھے۔ خود گوکھلے بھی جناح کی ذہانت، اعلیٰ کردار اور عظمت کے معترف تھے۔ انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے: "جناح ایک سچے اور اعلیٰ ظرف کے مالک ہیں اور تمام فرقہ وارانہ تعصب سے انہیں وہ آزادی حاصل ہے جو انہیں ہندو مسلم اتحاد کا بہترین سفیر بنا دے گی"۔ اور خود قائداعظم کی یہ خواہش تھی کہ گوکھلے دائرہ اسلام میں داخل ہو کر محمد رسول اللہ ﷺ کے اُمتی بن جائیں۔ ایک کانگریسی رہنما سروجنی نائیڈو نے قائداعظم کو اتحاد و یکجہتی کا ایک نڈر سپاہی قرار دیا جو حب الوطنی کی بلندیوں پر پہنچ گئے تھے۔ ان رہنماؤں کے تاثرات قائداعظم کی اعلیٰ فہم و فراست کے معترف کہے جا سکتے ہیں۔

نہ ہو جہد و عمل تو رائیگاں جاتی ہیں تقدیریں
یہاں پر کارگر ہوں گی نہ تجویزیں نہ تحریریں
شعور و جذب و مستی سے بنالو اپنی تقدیریں

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

محمد علی جناح نے کانگریس اور مسلم لیگ کو متحد ہو کر تحریک آزادی چلانے پر متفق کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جس کی بدولت دسمبر 1916ء میں میثاق لکھنؤ کا معاہدہ منظر عام پر آیا جس نے ان کی مقبولیت میں اضافہ کے ساتھ انہیں ہندو مسلم اتحاد کا سفیر بھی بنا دیا۔ ان کا یہ عمل نیک نیتی پر مبنی تھا مگر دوسری جانب سے رواداری کی کمی آڑے آئی۔ تحریک خلافت کے دوران ظاہری طور پر تو ساتھ دینے کے نعرے تھے مگر حقیقت نعرے بازی کے کھوکھلے پن کی عملیت سے اس طرح سامنے آئی کہ فرقہ وارانہ اور مسلم کُش فسادات کو ہوا دی گئی۔ رہی سہی کسر نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے بارے میں متعصب تصورات نے پوری کر دی کہ متحدہ ہندوستان میں آزادی کے بعد مسلمانوں کے لیے نچلے درجے کی ملازمتیں اور ایوانِ اقتدار کی سیڑھیوں پر جگہ نصیب ہو، اس سے زیادہ کی توقع بے سود ہو گی۔ نہرو رپورٹ نے ایک طرف حکومت کو بلیک میل کیا تو دوسری طرف مسلمانوں کو نظر انداز کرنے کی دانستہ کوشش کی مگر اس پُر آشوب دور میں قائداعظم کی ولولہ انگیز طبیعت نے چودہ نکات کے ذریعے اس کا جواب دیا تو ساتھ ہی مسلمانوں کی سیاسی ساکھ بچانے کی حتی المقدور کوشش بھی کی۔ انہوں نے اپنے مطالبات میں مسلمانوں کی حیثیت، اسلامی تشخص کا تحفظ اور تمام اداروں اور ملازمتوں میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی کوٹے کا اصول پیش کر کے اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا اعتراف کرایا۔

شیوہ ہی نہیں ان کا بے رحمی و سفاکی
خواہش بھی نہیں رکھتے آسائش دنیا کی
تعلیم یہی ان کو ہے صاحب اسریٰ کی
آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ان حالات میں انگریزوں نے اپنے مفادات کی خاطر چودہ نکات کا سہارا لے کر بندوق مسلمانوں کے کاندھے پر رکھتے ہوئے نہرو رپورٹ کے عملی جامہ پہننے کو التواء میں ڈالا۔

چودہ نکات کی گونج اقتدار کے ایوانوں میں مسلمانوں کے سیاسی شعور کی بیداری سمجھی گئی تو خود مسلمان اپنے لائحۂ عمل کو متعین کرتے ہوئے تصورِ آزادی سے روشناس ہوئے جسے جلا بخشنے کا وسیلہ خطبہ الٰہ آباد سالانہ اجلاس مسلم لیگ 1930ء علامہ اقبال کا صدارتی خطبہ بنا۔ انہوں نے اس موقع پر کہا:

''میری خواہش ہے کہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک ریاست بنا دی جائے سلطنت برطانیہ میں رکھ کر یا اس سے باہر رکھ کر خود مختار طرزِ حکومت رائج کیا جائے۔ شمالی مغربی مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں یا کم از کم شمال مغربی علاقوں کے مسلمانوں کا نوشتۂ تقدیر ہے''۔

علامہ اقبال کا تصور کوئی خام خیالی نہ تھا بلکہ مسلمان قومیّت کے اعتبار سے ہندوستانی نہیں بلکہ مسلم تھے اور امت مسلمہ کا خود کو ایک جزو مانتے تھے اور تحریک خلافت کے دوران 1911ء میں طرابلس کی جنگ، پھر 1914ء میں پہلی جنگ عظیم، اس کے بعد خلافت عثمانیہ کے حوالے سے چند ماہ چلنے والی تحریک اور بارہا ایسے مواقع آئے کہ مسلمانوں نے اُمت کے مسائل کو اپنا مسئلہ جان کر اس میں اس قدر دلچسپی لی کہ یہ گمان کرنا حق بجانب ہے کہ ان کے دل ایک ساتھ دھڑکتے تھے یعنی مسلم قوم کا تصور پہلے وجود میں آیا۔

''پاکستان نے کسی قومیّت کو جنم نہیں دیا بلکہ مسلمان قومیّت نے تصورِ پاکستان کو جنم دیا۔ بالفاظ دیگر قوم کا تصور مملکت پاکستان سے پہلے وجود میں آیا۔ یہ احساس کہ مسلمان اپنی ذات میں ایک قوم ہیں بالآخر پاکستان کے قیام کی شکل میں نمودار ہوا۔''

ہندوؤں اور مسلمانوں میں فرق کا اندازہ اس اَمر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر شہر میں عموماً مسلمانوں اور ہندوؤں کے محلے الگ الگ ہوتے تھے، دونوں کے تہوار مختلف، لباس وخوراک کے اصول متضاد، ان دونوں قوموں کے مابین شادی بیاہ نہیں ہوتا اور ان کے عوام ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھانا بلاتکلف نہیں کھاتے ۔ اگر ہندوؤں اور مسلمانوں کے فن تعمیر کا موازنہ کریں تو دونوں میں کافی تضاد نظر آتا ہے۔ مسلمانوں کا تعمیری ذوق وسعت اور خارجی عظمت کا شائق ہے اور ہندوؤں کے فن تعمیر میں تنگی، گنجلک پن اور داخلی تہ بہ تہ پیچیدگی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

تحریک پاکستان کے دوران قائداعظم نے بارہا اپنے اس مؤقف کو پیش کیا اور ثقافت

اور تمدن کے فرق سے اپنی اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ نہ تو ہندوستان ایک ملک ہے اور نہ یہاں ایک قوم بستی ہے بلکہ یہ چھوٹا سا براعظم ہے اور یہاں مختلف اقوام رہتی بستی ہیں۔ انہی عوامل کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ہندو و مسلمان دو الگ اقوام تھیں۔ بظاہر وہ ایک دوسرے کے ساتھ رہتی بستی رہیں لیکن ان کے آپس کے رشتے کبھی اس طرح استوار نہ ہو سکے کہ وہ ایک قوم کی مانند بن جائیں۔ اس حوالے سے 1906ء میں جداگانہ انتخابات اور ملازمتوں میں مسلمانوں کے لئے مخصوص کوٹے کا مطالبہ اور مسلم لیگ کا قیام انہی خدشات کے پیش نظر رہا ہوگا کہ کہیں مسلم قوم کا تصور ماند نہ پڑ جائے اور ہندو اسے تر نوالہ سمجھ کر ہڑپ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اسی خیال کے پیش نظر گول میز کانفرنسوں اور اس سے قبل ہونے والے اجلاسوں میں مسلم رہنما وفاقی طرز حکومت، صوبائی خودمختاری اور مسلمانوں کے لئے جداگانہ طریقۂ انتخاب کی وکالت کرتے رہے اور گول میز کانفرنس میں چوہدری رحمت علی کی الگ وطن کی تجویز محض ایک طالب علم کی خواہش جان کر قبول عام نہ ہوسکی، کانگریس کی ہٹ دھرمی اور مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کے نعرے نے حالات میں اتنا تغیر ضرور پیدا کیا کہ 1935ء کے ایکٹ کی منظوری تک مسلم لیگ اور کانگریس کی جداگانہ حیثیت مسلّم ہوگئی۔ اس ایکٹ کے تحت وفاقی طرزِ حکومت اور صوبائی خودمختاری کو اختیار کیا گیا۔ گورنر بااختیار تھے مگر پھر بھی کابینہ کے مشوروں کے پابند بنائے گئے تھے۔ امور سلطنت کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا مگر اس نظام کے نفاذ سے بننے والی کانگریسی حکومتیں جن کا دورانیہ محض دو سال تھا۔ وزارت سازی کے ساتھ ہی کانگریس نے سمجھ لیا کہ اب جنوبی ایشیا میں ان کا راج ہے۔ مسلمانوں کی تہذیب وتمدن کا نشان تک مٹانے کے منصوبے بنائے گئے۔ ان صوبوں میں اذان، نماز، بقرعید اور محرم کے مواقع پر حملے کیے گئے۔ بندے ماترم کو قومی ترانہ قرار دے دیا گیا۔ تمام سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں کانگریس کے جھنڈے کو سلامتی دینے کا حکم جاری کیا گیا۔ نئی تعلیمی پالیسی ودیا مندر اسکیم کے نام سے ہوئی۔ ثقافتی روایات ختم کر کے بچوں میں ہندومت کی برتری قائم کی جانے لگی۔ ہندو غنڈوں نے مسجدوں کے سامنے باجے بجانے شروع کر دیے۔ مساجد میں جا کر نمازیوں پر حملوں کا سلسلہ شروع ہوا جب جگد یو پٹیل جس نے نمازیوں پر حملہ کیا تھا، زخموں کی تاب نہ لا کر مارا گیا تو اس قتل کے الزام میں ماتحت عدالت نے 43 افراد کو

پھانسی اور 24 افراد کو عمر قید کی سزا سنائی۔ بعدازاں ہائی کورٹ کے انگریز جج نے سب کو بری کر دیا۔ کانگریسی وزارتوں کا یہ دور اس قدر تلخ ثابت ہوا کہ مسلمان اور دیگر اقلیتوں کو مشترکہ لائحہ عمل یا کانگریس سے لگائی گئی توقعات پر نظر ثانی کرنا پڑی اور پہلا ردّ عمل کانگریسی حکومتوں کے خاتمے پر یوم نجات منانے کی صورت میں سامنے آیا۔

اقوام زمانہ میں ملت کا بھرم کیا ہے
تاریخ کے صفحوں کو دیکھا ہے رقم کیا ہے
سوچا ہے کبھی تو نے یہ سیف وقلم کیا ہے
میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

یہ وہ دور تھا جب دوسری جنگ عظیم شروع ہو چکی تھی۔ برطانیہ اس کی نوآبادیاں اور یورپ کی اقوام شکست و ریخت سے دوچار ہو رہی تھیں۔ کانگریس نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور اقتدار پر بلا شرکت غیرے قبضے کی کوشش کی جسے برطانوی حکومت نے مسترد کر دیا۔ مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لاہور مارچ 1940ء میں قراردادِ پاکستان کی منظوری نے مسلمانوں کے مطالبے کو تقویت بخشی۔ اس سے قبل قائداعظم یہ کہتے سنے گئے کہ ہندو مسلم اتحاد محض ایک خواب ہے اور میں نے تاریخ اسلام اور اسلامی قوانین کے مطالعے سے یہ نتیجہ اَخذ کیا کہ یہ غیر ممکن اور ناقابل عمل ہے اور قائداعظم کا یہی اندازِ فکر درست ثابت ہوا اور 1942ء میں راج گوپال اچاریہ نے کانگریس اور مسلم لیگ میں معاہدہ کروانے کی کوشش کی اور کانگریس کو قیامِ پاکستان کی تجویز مان لینے پر زور دیا مگر کانگریس رضامند نہ ہوئی۔ 1944ء میں جیل سے رہائی کے بعد گاندھی جی نے اس موضوع پر قائداعظم سے گفتگو شروع کی لیکن گاندھی نے قیامِ پاکستان کا اصول ماننے سے انکار کر دیا۔ شملہ کانفرنس 1945ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان کوئی سمجھوتہ نہ ہوسکا۔ کانگریس اس کوشش میں مصروف رہی کہ مسلم لیگ میں انتشار پیدا کر کے حکومت برطانیہ کو یہ تاثر دیا جائے کہ کانگریس صحیح معنوں میں قومی جماعت بن گئی ہے۔ صرف اس جماعت کو اقتدار منتقل کیا جائے۔ کانگریس کی اس غیر دانشمندانہ پالیسی نے مسلمانوں کو مکمل طور پر کانگریس سے برگشتہ کر دیا

حتیٰ کہ 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی شاندار کامیابی کے باوجود کانگریس مساوی بنیادوں پر مذاکرات کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ اگر کانگریس کے رہنما مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مان کر مسلمانانِ ہند کے حقوق کی حفاظت کے لیے فارمولا وضع کرنے کے لیے صدقِ دل سے گفتگو کرتے تو دوسری جنگِ عظیم کے دوران کوئی نہ کوئی سمجھوتہ ہوجاتا لیکن کانگریس نے ایک ہی رَٹ لگا رکھی تھی کہ وہ مسلمانوں کے حقوق اور نظریات سمجھتی ہے اور اسے مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ہے۔

مسلم لیگ نے ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں شرکت سے انکار کر دیا اور مطالبہ کیا کہ دو دستور ساز اسمبلیاں قائم کی جائیں ایک ہندوستان اور ایک پاکستان کا آئین تیار کرے۔ ابتداً برطانوی حکومت قیامِ پاکستان کے حق میں نہیں تھی۔ کابینہ مشن کی ناکامی کے بعد ہندوستان کی سیاسی فضا بہت کشیدہ ہوگئی۔ ہندوؤں نے راشٹر سیوک سنگھ قائم کی اور مسلم لیگ نے براہِ راست کارروائی کا اعلان کیا۔ کلکتہ میں ہندو مسلم فسادات شروع ہوئے اور ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئے۔ جن سے برطانوی حکومت کو ہندوستان کے سیاسی مسئلے کے بارے میں اپنی رائے بدلنی پڑی اور اس نتیجے پر پہنچی کہ ہندو اور مسلمان اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ 3 جون 1947ء کو اس کی تکمیل ہوئی۔ ان تمام حقائق کی روشنی میں جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ہندوستان کی تقسیم کے سوا کوئی اور راستہ موجود نہ تھا اور بالخصوص 1937ء کے بعد کانگریس کے سخت رویے نے غیر منقسم ہندوستان کی تمام توقعات کو خاک میں ملا دیا۔ اگر انگریز اور ہندو ہندوستان کی تقسیم کی راہ میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرتے تو فسادات میں ہونے والا خون خرابہ دوسری صورت میں بہت زیادہ ہوتا اور یہ بہتر ہوا کہ ہندو اور مسلمان جو اپنی ثقافت اور تمدن کے اعتبار سے مختلف رائے کے مالک تھے، ہندوستان کی تقسیم کے بعد الگ ملک کی صورت میں اپنی شناخت قائم رکھنے کے لئے کوشاں رہے۔

3 جون کے اعلانِ آزادی پر نیک نیتی سے عمل نہ ہوا۔ ریڈکلف جس کی حرکات و سکنات ایک ہوٹل کے کمرے اور محض نقشہ جات تک محدود تھی۔ سرحدوں کی حد بندی کے بااختیار فرد کہلائے پھر ان پر سیاسی دباؤ بھی رنگ لایا اور یوں پنجاب کے ان علاقوں کو جو اصول کے تحت

پاکستان کا حصہ تھے صرف اس بنا پر ہندوستان میں شامل کر دیا گیا کہ کشمیر کے مسئلے کو دونوں ملکوں کے درمیان وجہ نزاع بنانے کے لیے ہندوستان کو راہداری فراہم کرنا تھی۔ پاکستان دنیا کے نقشے پر آزاد مملکت کی حیثیت سے قائم ہوگیا۔ اس سلسلے میں قائداعظم محمد علی جناح کے تدبر، ذہانت، دیانت داری اور محنت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا لیکن انہوں نے جو نکات قوم اور اس کے نمائندوں کے سامنے 11 راگست 1947ء کو دستور ساز اسمبلی کا صدر منتخب ہونے کے بعد رکھے تھے وہ آج 69 سال کے بعد بھی جوں کے توں ہیں کہ ہم نے قائد کے افکار کو فراموش کر دیا۔ ان کے ساتھ تو عمر نے وفا نہ کی محض ایک سال بعد وہ قوم کو داغِ مفارقت دے گئے۔ لیکن جو روشن افکار انہوں نے پیش کئے تھے آج بھی ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہیں۔ قائداعظم نے فرمایا:

''حکومت کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ امن وامان قائم رکھے تاکہ مملکت اپنی رعایا کے جان و مال اور اس کے مذہبی عقائد کی پوری حفاظت کر سکے۔ ایک سب سے بڑی لعنت ہندوستان جس کا شکار ہے وہ ہے رشوت ستانی اور بدعنوانی۔ یہ ایک عیب ہے اور اس اسمبلی سے جس قدر جلد ممکن ہو اس کے لیے اقدامات کرے...... بلیک مارکیٹ کے دھندے کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ہمیں خوراک اور دوسری ضروریات زندگی کی قلّت کا مستقل سامنا ہے جو شہری بلیک مارکیٹ کا دھندا کرتا ہے میرے خیال میں عظیم ترین اور سنگین ترین جرم سے بھی بڑے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کے بعد جو چیز میرے ذہن میں آتی ہے اور یہ چیز بھی ہمیں ورثے میں ملی ہے وہ ہے اقربا پروری۔ اس لعنت کو بے دردی کے ساتھ کچلنا پڑے گا۔ اسی تقریر میں آگے چل کر انہوں نے کہا: ایک متحدہ ہندوستان کا کوئی بھی تصور کبھی کام نہیں کرسکتا تھا اور میری سمجھ میں اس کا نتیجہ ہولناک تباہی ہوتا۔ ہوسکتا ہے یہ رائے صحیح ہو، ہوسکتا ہے غلط ہو، وقت ہی اس کا فیصلہ کرے گا۔ تاہم اب اگر ہمیں اس پاکستان کی مملکت کو ایک پرمسرت اور خوشحال ملک بنانا ہے تو ہمیں کلّی طور پر ہمہ تن ہو کر لوگوں کی فلاح و بہبود پر خصوصاً عوام اور غریب لوگوں کی فلاح و بہبود پر اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہیئے''۔

سوائے کینہ نہیں کچھ بھی جن کے سینوں میں
گھرا ہوا ہوں انہیں حاشیہ نشینوں میں
قرینہ ایک ہے یہ بھی میرے قرینوں میں
اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا اِلٰہ اِلا اللہ

آج 69 سال بعد جبکہ ہم قائداعظم کی اس تقریر کو کہ جس کے مندرجات اُوپر بیان کیے جا چکے ہیں، اس تقریر کی روشنی میں، اپنا جائزہ لیں کہ ملک میں امن وامان کی کیا صورت حال ہے؟ لاقانونیت اپنے عروج پر ہے مذہبی اجتماعات تک محفوظ نہیں۔ عبادت گاہوں پر پولیس کا پہرہ ہے، شک کی بنیاد پر عبادت گاہوں کو ملبے کا ڈھیر اور انسانی جانوں کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔ رہی قائد کی دوسری تجویز تو شاید کسی زمانے میں رشوت کسی غلط اور ناجائز کام کو کرانے میں دی جاتی رہی ہو، آج جائز کام بھی رشوت کے بغیر نہیں کرایا جا سکتا۔ ملازمت، شناختی کارڈ، پاسپورٹ، ڈومیسائل، ڈرائیونگ لائسنس کا حصول حتیٰ کہ بجلی یا ٹیلیفون کے بل تک کی درستگی کے لئے رشوت کا سہارا لئے بغیر آپ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ رہی بلیک مارکیٹ کی بات تو پیٹرول کی بین الاقوامی مارکیٹ میں قیمتوں میں کمی کے باوجود عیاشیوں کو پورا کرنے کے لئے ٹیکس لگا کر زیادہ قیمتیں وصول کی جا رہی ہیں۔ گیس جو ملک میں پیدا ہوتی ہے ہر چند ماہ بعد اس کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ بجلی کے بلوں پر سینٹرل ایکسائز ڈیوٹی اور نجانے کون کون سے ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ یہی نہیں، ارباب حل وعقد نظریۂ پاکستان کے بنیادی اصولوں سے انحراف پر تلے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو سیکولر اور روشن خیال معاشرہ بنانے کی بات ہوتی ہے حالانکہ قائداعظم نے قیامِ پاکستان کے بعد رواداری، مساوات اور بلا امتیاز مذہب وملت کی شہریت میں ہر فرد کی برابری پر زور دیا۔ انہوں نے ایک اور موقع پر نوجوانوں سے کہا کہ وہ پہلے تعلیم مکمل کریں پھر خوب پیسہ کمائیں اور بعد میں سیاست کے میدان میں قدم جمائیں۔ کاش! ہم قائد کے ان زرّیں اصولوں کو اپنا سکتے تو اقربا پروری، رشوت، سفارش کا خاتمہ ہو جاتا۔ نیب جیسے اداروں کی ضرورت نہ رہتی۔ بینکوں سے قرضے معاف کرانے اور سرکاری وسائل کے بے جا استعمال کے الزامات نہ لگتے۔

؎ یہ ایک مرکز تنظیم کی تلاش میں ہے
جو لٹ گئی ایسی تکریم کی تلاش میں ہے
زمانہ پھر اسی تعلیم کی تلاش میں ہے
یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا اِلٰہ اِلا اللہ

ہم آخر میں تصورِ پاکستان کے خالق ڈاکٹر علامہ اقبال کے خطبہ الٰہ آباد کا خلاصہ پیش کرتے ہیں، جو ہماری منزل کے تعین اور پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے میں معاون ہوسکتا ہے نیز ''سیکولر اور روشن خیال'' نظریات کے حامل افراد کے منہ بھی بند کر سکتا ہے۔ آپ نے صدارتی خطبے میں مغربی افکار اور اسلام کے سیاسی تصورات کا موازنہ کیا اور کہا کہ جنوبی ایشیا میں یکجہتی اور اجتماعیت کے اعتبار سے صرف مسلمان ہی ایک قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لیے ایک ایسی اسلامی ریاست ناگزیر ہے جہاں نہ صرف وہ آزاد ہوں بلکہ عالم اسلام اور پوری دنیا کے لیے اسلامی ضابطہ حیات کا عملی نمونہ پیش کرسکیں۔

؎ افکارِ فرنگی بھی ثابت ہوئے گمراہی
یا عقل کو دی خامی یا فکر کو کوتاہی
انسان سمجھتا ہے تب رمز سحرگاہی
جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

---

# بسمل کا کلام

محمد فیاض عادل فاروقی

جناب فیاض عادل فاروقی لندن سے ایک غیر مسلم (سکھ) مسٹر جسبیر سنگھ بسمل کا تعارف کراتے ہیں۔ اشعار سے ظاہر ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے کتنا قریب کھڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے اسلام کے دامن رحمت میں آنے کی جلد توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مت سہل اسے جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

اچھے شعراء کے اندر اچھے انسانوں کی تلاش کے سلسلے میں جب کوئی ایسی شخصیت نظر آتی ہے جو جذبات نگاری کے ساتھ ساتھ جہاں نگاری کا فن بھی جانتی ہے اور اپنے دلِ گداز میں اپنے غم کے ہمراہ دوسروں سے ہمدردی و خیر خواہی کا جذبہ اور زمانے کا درد بھی رکھتی ہے تو بے ساختہ اس ذات سے عقیدت ہو جاتی ہے۔ پھر کوئی ایسی شخصیت جو اپنے مسلک و مشرب کو مضبوطی سے تھامے ہوئے دیگر مذاہب و مسالک کی خوبیوں کی ستائش سے نہیں شرماتی بلکہ فخریہ طور پر ان کا اظہار و اعلان کرتی ہو تو وہ انسانی اجتماع میں ایک عظیم پُل کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ آج دنیا کو تفریق کے لاکھوں نقیبوں کی بجائے اشتراک کے ایسے حدی خوانوں کی اشد ضرورت ہے۔

برطانیہ میں مقیم اردو اور پنجابی کے عظیم شاعر، عروض دان اور نقاد جناب جسبیر سنگھ بسمل کے رشحاتِ قلم جب ایک مقامی رسالے میں پڑھنے کا موقع ملا تو فرطِ جذبات سے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دل ان سے ملاقات کو ترسنے لگا۔ بالآخر 20 نومبر 2016ء کو ان سے ملاقات ہو گئی۔ اس ملاقات سے جو اِنبساط مجھے حاصل ہوئی وہ جناب بسمل کی ایک نظم پا کر بدرجہا بڑھ گئی

جوانہوں نے فوراً بعد مجھے بذریعہ ڈاک ارسال فرمائی۔ یہ نظم گویا ان کے اوصافِ اخلاص، اخلاق، فروتنی، وسعتِ قلبی، دلسوزی، قدرتِ کلام اور جذبات نگاری کا بہترین آئینہ ہے۔ چنداشعار ملاحظہ ہوں

بخشی ہے تُو نے گھر کو مِرے شانِ امتیاز    کرنا یہاں ادا ترا ظہرانے کی نماز
ہوگا درونِ خانہ نزولِ کلامِ حق    اِس حسنِ اتفاق میں مضمر ہے کوئی راز
کس کو خبر تھی ہو گا کسی دن یہ معجزہ    بسملؔ سے ملنے آئے گا عادلؔ سخن طراز
انسان دوستی کا ہے رشتہ اسے عزیز    اِس کی نظر میں ایک ہیں محمود اور ایاز
اِس کو مخاصمت سے ذرا بھی نہیں غرض    رکھتا ہے صلح و آشتی ہی سے نیاز و ناز

ایک ہزار سے زائد ماہیوں کا خالق، ہرصنف پر دسترس رکھنے والا شاعر، ماہر واستادِ عروض، اسلامی نظام کا نقیب لندن میں گمنامی کے دن گزار رہا ہو اور ادھر جن کو ابھی تک قلم پکڑنا بھی نہیں آتا، صاحبِ دیوان بنے دندناتے پھر رہے ہوں، اس صورتِ حال کا نظارہ تو اپنے بس سے باہر تھا۔ لعل لعل ہی ہے خواہ گدڑی میں ہو، اس کی قدر کرو لوگو۔ 'قدرِ گوہر شاہ داند یا بداند جوہری' چنانچہ گمنامی کی خوگر اس ہستی کو منظرِ عام پر لانے کا ارادہ پختہ ہوگیا۔ اس کا نتیجہ پرواز کا یہ گوشہ ہے کیونکہ 'جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا'۔

اس دورِ پرآشوب میں بسملؔ جیسی شخصیات بھڑکتے شعلوں میں آگ بجھانے والے انجن کا کام کرتی ہیں۔ سکھ مت کے بانی بابا گرونانک جی کی ذات ہندو اور مسلم معاشرے کے درمیان ایک پُل کی حیثیت سے ابھری لیکن حالات کی ستم ظریفی سے گذشتہ کئی صدیوں سے مسلم اور سکھ دونوں قوموں کے درمیان مخاصمت بڑھتی گئی۔ حضرت میاں میرؒ کے ہاتھ سے امرتسر کے گوردوارہ گولڈن ٹیمپل کے سنگِ بنیاد کے باوجود غیریت کی چنگاریاں راکھ میں دبی رہیں اور بالآخر ایک آتش فشاں کی صورت میں 1947ء کے فسادات میں یہ لاوا بہہ نکلا۔ جناب جسبیر سنگھ بسملؔ کی جنم بھومی خانیوال میں مسلمانوں کے ساتھ ان کے خاندان کے اچھے مراسم کے باوجود انہیں ہندوستان جانا پڑا لیکن وہاں بھی یہ تعلقات قائم رہے بلکہ بسملؔ صاحب کے والد صاحب نے اپنی زمینوں کے مسلمان مزارعین کے لئے وہاں مسجد بھی تعمیر کرادی۔ جنابِ بسملؔ کا عادلؔ سے رابطہ شاید مستقبل میں

کسی بڑی خوشگوار تبدیلی کا باعث بنے۔ زمینی انقلابات کی بنیاد ذہنوں میں پڑتی ہے اور ذہنوں کے انقلاب میں ایک بڑا کردار وقت کے نبض شناس اہلِ قلم کا ہوتا ہے۔

برطانیہ کے شعراء و شاعرات کی کثیر تعداد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اب تک ناچیز کی نظر میں چھ سو سے زیادہ نام آئے ہیں جنہیں احقر نے ایک مسلسل نظم میں پرونے کی سعی کی ہے۔ ان اہلِ سخن میں سے جو چند نام خصوصی آب و تاب سے صفِ اول میں جگمگاتے نظر آتے ہیں ان میں استادِ فن جناب بسملؔ کا درخشاں نام بھی ہے۔

بسملؔ کے کلام میں سے انتخاب نہایت مشکل ہے۔ تاہم کچھ اشعار کا یہاں اندراج ضروری ہے تا کہ ان کے کمالِ فن، فکری افق کی وسعت، مضامین کے تنوع اور اسلوب کی بوقلمونی کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

بسملؔ نے ہر ایک صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ ہر صنف کی مثالوں سے یہ مضمون ایک کتاب نہ بن جائے اس لئے چند اصناف کی مثالیں دیتا ہوں۔ طنز میں بسملؔ صاحب اپنی مثال آپ ہیں، بلکہ نئے انداز کے بانی ہیں۔ دیکھئے

عصرِ نو کی ترقی کیا ہے؟ اگر ذہنِ انساں کا ارتقاء نہ ہوا
باپ ہے اب وہی، جو بچوں کی 'گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا'

---

عیش اُڑائیں، وقتِ خوش انجام کی باتیں کریں ہاتھوں میں رنگیں چھلکتے جام کی باتیں کریں
رنگ میں ہے بھنگ اِن بوڑھوں کا دھرتی پر وجود 'اب یہ رخصت ہوں تو ہم کچھ کام کی باتیں کریں'

---

ماں باپ سے بچوں کا مفر دیکھ رہا ہوں بیگانہ ہوا اپنا ہی گھر دیکھ رہا ہوں
یہ شام و سحر حکم عدولی کے مناظر 'دیکھے نہیں جاتے ہیں مگر دیکھ رہا ہوں'

---

ہم کرتے ہیں کچھ اور تو یہ لختِ جگر اور اندازِ تفکر ہے اِدھر اور، اُدھر اور
کیسے ہو کسی ایک ہی منزل کا تعیّن بوڑھوں کا سفر اور ہے بچوں کا سفر اور
بوڑھوں پہ برستا ہے بچوں کا شباب الٹا جو بات بھی کرتے ہیں' دیتے ہیں جواب الٹا
کر رکھا ہے سیٹ' جانے کس دُھن پہ مزاج اپنا جس تار کو بھی چھیڑو بجتا ہے رباب الٹا

☆ نام نہاد جمہوریت کے مقابلے میں اسلام کے عادلانہ نظام کو اپنانے کی دعوت کس خوبی سے دیتے ہیں۔ گویا ایک پاکستانی مسلمان اپنی قوم کو خوابِ خرگوش سے جھنجھوڑ کر بیدار کر رہا ہے۔

دیکھئے 'اسلام بنام جمہوریت' کے چند اشعار

ہر چیز ہی قابو سے ہوئی جاتی ہے باہر
آغاز میں دیکھے کوئی انجام کے تیور

کیا ڈیموکریسی کا یہی لطف و کرم ہے؟
عام آدمی کا جینا ہوا جاتا ہے دوبھر

اسلام ہے جب زیست کا اک نظمِ مکمل
سینے سے لگا رکھی ہیں کیوں بدعتیں دیگر

مسلم ہیں تو پھر ان سے ہے یہ صرفِ نظر کیوں؟
اسلامی ہدایات تو اک فرض ہیں ہم پر

مفلس کی کفالت بھی ہے ہمسائے کا ذِمّہ
کیا یاد نہیں اب ہمیں فرمانِ پیمبرؐ؟

اسلام کی تعلیم ہے اب بھی اہم اتنی
تسلیم کہ بدلا ہوا ہے عالمی منظر

اسلامی تمدن وہ تمدن ہے کہ جس میں
رکھتا ہے رواداری مؤنث سے مذکر

حاصل تو کیا تھا وطنِ پاک کہ، ہوں گی
اسلامی روایات یہاں زیست کا محور

سنتے تھے یہ جمہوریت اسلامیہ ہو گی
کر ڈالا گیا ہے مگر اسلام مؤخر

اے قائدِ اعظم ہوا کیا حال وطن کا
بننا تھا جسے سب کی تمناؤں کا مظہر

اَسلاف نے تو کی تھی زمانے پہ حکومت
اور اپنا ہے یہ حال کہ جیسے ہوں گداگر

اِس ملک کے حالات کا بس تجزیہ یہ ہے
ہے قوم تو ہاری ہوئی، لیڈر ہیں مظفر

نقالئ یورپ نے بنا ڈالی ہے کنگال
تھی اپنی روایات میں جو قوم تونگر

رکھتے نہیں کچھ مشرقی آداب سے نسبت
یہ مغربی تہذیب کے پروردہ قلندر

اسلام کے ہوتے ہوئے بھی دیکھئے کیسے
اِس ڈیموکریسی سے ہوا ملک مسخر

دربانِ شریعت کو دکھا عشوہ طرازی
کس حسنِ نزاکت سے یہ گھس آئی ہے اندر

کرتی ہے کھلے عام یہ ایوانوں میں مجرے
سب دل کے رِجھانے کے اسے آتے ہیں منتر

کیوں ڈیموکریسی کو دی اسلام پہ سبقت؟
رہتا ہوں اسی سوچ میں غلطاں مَیں اکثر

ہرگز غرباء کی یہ مدد گار نہیں ہے
کیا حال ہے بھارت میں، ذرا دیکھتے رہبر

اے کاش کہ نافذ ہو یہاں سنتِ احمدؐ
انصاف کا کھل جائے نیا باب وطن پر

اسلام کی دو لفظوں میں ہے اِتنی وضاحت ہر شے کا ہے دخل وعمل اخلاق کے اندر
نادانو! اٹھو تھام لو اسلام کا دامن دیتا ہے تمھیں مشورہ یہ بسملِ احقر
زیبائشِ ہستی کے طلب گارو! پڑا ہے اسلام کے اعداد میں سب کا 'لکی نمبر'☆

☆ اسلام کی حمایت میں قطعات بعنوان 'اذانِ حق' میں سے چند ملاحظہ ہوں

ملتی نہیں ہے ڈھونڈے سے ایسی کہیں مثال جمہوریت کے ہاتھوں ہے جمہور یرغمال
لیڈر اسے ہیں کہتے حکومت عوام کی اِن کی فریب کاریوں کا دیکھئے کمال

---

جمہوریت کی بس یہی ہے کارکردگی جاتی ہے ایک پارٹی، آتی ہے دوسری
دیتے رہو عوام کو جھوٹی تسلیاں ہر پارٹی کا اصل میں منشور ہے یہی

---

جمہوریت کو کہنا حکومت عوام کی طاقت میں اِن کا حصہ مگر پاؤ ہے نہ سیر
جنتا کے نام پر ہے تسلّط کے باب میں افرادِ چند کے یہ تسلسل کا ہیر پھیر

---

اربابِ اقتدار کی ابلہ فریبیاں کہتے ہیں بس نظام یہی عافیت کا ہے
یہ کھا رہے ہیں ملک کو جنتا کے نام پر کتنا بڑا فریب یہ جمہوریت کا ہے

---

جمہوریت میں ہے کہاں جمہور کا مقام؟ ہے رخشِ اقتدار کی کچھ ہاتھوں میں لگام
مشغولِ خود پرستی ہیں، اِن کو یہ کب خبر؟ کٹتے ہیں خستہ حالوں کے کس طرح صبح وشام

---

ڈیموکریسی بھی ہے حقائق کی کب امیں؟ کیسے کریں ہم اپنے نمائندہ پر یقیں؟
ووٹوں سے پہلے 'ہاں' ہے جو لوگوں کے واسطے کرسی نشین ہو کے وہ ہو جاتا ہے 'نہیں'

---

خوش ہوں نہ انتخاب پہ اِس ملک کے مکیں ان کے حقوق کا پتہ ملتا نہیں کہیں
جمہوریت میں کیا کریں ہم مال وزر کی بات کچھ لیڈران کھا گئے کچھ حاشیہ نشیں

---

کیوں تُو نے پیش و پس کی روش کی ہے اختیار — دعویٰ تو ہے کہ جاں بھی ہے اسلام پر نثار
جمہوریت سے رکھتے ہو جب عہدِ اُستوار — دینِ محمدیؐ کے ہو پھر خاک پیروکار؟

---

کیا حسنِ کار کردگی کا اہتمام ہے — ہر ایک ضابطے کا جہاں احترام ہے
جمہوریت میں پاتی ہے بے رہ روی فروغ — اسلام زندگی کا منظّم نظام ہے

---

پیمان باندھ، رُہ بہ عمل کا اعادہ کر — اِس کو فروغ دینے کا پختہ ارادہ کر
’گے میرجز‘ ☆☆ کی مدعی جمہوریت کو چھوڑ — اپنے نظامِ صالحہ سے استفادہ کر

---

وحشی تھے لوگ، جینے کا آتا نہیں تھا ڈھب — عرفاں شعورِ ذات کا اُن کو بھلا تھا کب؟
ہیں کارکردگی کی یہ جتنی بھی خوبیاں — اسلام سے چرائی ہیں جمہوریت نے سب

---

ہر شہری مستفید تھا، تاریخ ہے گواہ — طرزِ معاشرت میں ہے اسلام منفرِد
اِس کے حیات بخش فضائل کو چھوڑ کر — بیکار ہم نے پکڑی ہے جمہوریت کی ضِد

---

کیوں تُو نے اوڑھ رکھا ہے ہر رنگ مغربی؟ — کیا تیرے پاس اپنا نہیں کچھ بھی مشرقی؟
غیروں کی اتنی دست نگر ہو کے رہ گئی — اے عہد ساز قوم! مبارک گدا گری!

---

بسمل قلم کو روک، نہ کر سلسلہ دراز — اسلام پر تُو لکھنے کا ہے کس طرح مجاز
قائل ہوں مَیں بھی اِس متشرّع نظام کا — بندہ نواز اتنا ہے بس لکھنے کا جواز

GAY-MARRAIGES ☆☆ LUKY NUMBER☆

---

# دہشت گردی کی اصطلاح۔ دہشت گرد کون؟
# اُمت مسلمہ میں بے چینی
# بڑی طاقتوں اور UNO کا منافقانہ کردار!

ابوفیصل محمد منظور انور

کچھ عرصہ قبل کیتھولک عیسائیوں کے روحانی پیشوا پوپ فرانس نے پولینڈ میں کرسچین یوتھ کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے نوجوانوں کو کھلے پن کے لائف سٹائل پر انتہائی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اپنے دورے کے اختتام پر میڈیا سے گفتگو میں صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ دہشت گردی اور تشدد کا اسلام سے کسی طور بھی موازنہ نہیں کیا جاسکتا اور یہ بات تسلیم کی کہ انتہا پسند گروہ ہر مذہب میں ہوتے ہیں انتہا پسندوں کی موجودگی کی بنیاد پر اسلامی دنیا کو مطعون کرنا درست نہیں ہے کیونکہ عیسائیوں میں بھی انتہا پسند گروہ موجود ہیں یہ کہ انتہا پسند مذہبی گروہوں کی بات ہوگی تو انتہا پسند عیسائی گروہوں کا ذکر بھی کرنا ہوگا۔ پوپ فرانس نے کہا کہ دہشت گردی کا ارتکاب اُس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی دوسرا راستہ نہیں بچتا اور یہ بات زور دے کر کہی کہ یورپ اپنے نظریات، رجحانات، پالیسیوں اور حکمت عملی کے ذریعے نوجوانوں کو دہشت گردی کی طرف دھکیل رہا ہے پوپ فرانس نے کہا کہ دنیا بھر میں جنگ کا ماحول ہے مگر اس پر مذہب کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا کیونکہ جنگیں مفادات کے ٹکراؤ، وسائل کی غیر مساوی تقسیم یا بندر بانٹ اور شدید قسم کے نظریاتی اختلافات کی بنیاد پر ہوتی رہی اور ہو رہی ہیں مذہب تو ان معاملات پر دور کھڑا نظر آتا ہے فرانس میں ایک پادری کا قتل مذہبی شاخسانہ نہیں اور کہا کہ اگر دنیا جنگ پر تلی ہوئی ہے تو اس کا

بنیادی سبب یہ کہ وہ امن کو خیر باد کہہ چکی ہے۔

پوپ فرانسس کی طرف سے اپنی مغربی سوسائٹی کے لوگوں کو کھری کھری باتیں سنانے پر ہم تو یہ کہیں گے کہ پوپ فرانسس صاحب ''تیرے منہ میں گھی شکر''۔امریکہ اوراس کے اتحادیوں سے جو بات مسلم سکالرز اور اسلامی دنیا عشروں سے چلا چلا کر کہہ رہی ہے وہ بات عیسائیوں کے مذہبی پیشوا نے بھی کہہ دی ہے مگر اس پر کوئی کان دھرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا شاید مغرب اپنے مذہبی پیشوا کی نصیحت سن کر کوئی اپنی اصلاح کر لے مغربی دنیا عرصہ دراز سے دین اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہی ہے دنیا میں جہاں کہیں دہشت گردی کا واقعہ ہوتا ہے تو اس کا تعلق اسلامی دنیا سے جوڑ دیا جاتا ہے دہشت گردی کا الزام لگا کر اب تک بیسیوں غریب مسلم ممالک پر یلغار کر کے انھیں تباہ و برباد کیا جا چکا ہے ان کی معیشت اور معاشرت کو ملیا میٹ کیا جا چکا ہے آخر مسلم دنیا کے لوگ خودکش حملوں اور دہشت گردی پر کیوں تلے بیٹھے ہیں اس بات پر غور کرنے کی زحمت تک گوارا نہیں کی گئی امن پسند معروف عالمی مذہبی سکالر ڈاکٹر ذاکر نائیک نے ایک ہندو کے اسامہ بن لادن بارے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ جو کچھ اسامہ بن لادن نے کیا ہے ایسا سب کچھ امریکہ اور یورپ کی تاریخ میں بہت سوں نے کیا تھا اس وقت وہ دہشت گرد تھے مگر آج وہ ان کے قومی ہیرو ہیں آج مٹھی بھر دہشت گردوں کو تمام مسلمانوں اور دین اسلام سے نہیں جوڑا جا سکتا۔

1995ء میں امریکی شہر اوکلاہاما میں بم حملوں میں 168 افراد ہلاک اور 680 زخمی ہوئے 324 عمارتیں تباہ اور بری طرح متأثر ہوئیں یہ حملے کسی مسلمان نے نہیں بلکہ دو امریکیوں ٹموتھی اور ٹیری نکولس نے کیے تھے یہ 9/11 سے پہلے امریکی تاریخ میں دہشت گردی کا بدترین واقعہ قرار دیا جاتا ہے۔22 جولائی 2011ء کو سفید فام "Anders Behring" نے بم حملے اور فائرنگ کر کے 77 افراد کو ہلاک کیا تھا یہ غیر مسلم نوجوان ہی تھے۔کیا امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے اسرائیلی موساد اور بھارتی را کی دوسرے ملکوں میں تخریب کاری اور امن دشمن کارروائیاں دہشت گردی میں اضافے کا سبب نہیں ہیں؟ جب کسی بھی انسانی گروہ پر ظلم و زیادتی کی انتہا ہو جائے اور ظلم و جبر و ناانصافی حد سے بڑھ جائے اور پُر امن طریقے سے معاملات درست نہ ہوں تو مجبوراً دہشت گردی کا راستہ اپنایا جاتا ہے یہی بات اسلامی دنیا کے سکالرز دانشور، خطیب، عرصۂ دراز

سے مغرب اور امریکہ کو سمجھا رہے ہیں مگر کسی ایک نے بھی اس بنیادی نقطے کی طرف دیکھنا تک گوارا نہیں کیا ہے۔

کیمیائی ہتھیاروں کی تلاش کے بہانے اور تیل کی دولت ہتھیانے کی غرض سے مشرق وسطیٰ کے جن مسلم ممالک پر یلغار کی گئی ہے بارود کی بارش سے لاکھوں افراد ہلاک کر دیے گئے ہنستے بستے خوشحال گھرانے اور خاندان تباہ و برباد کر دیے گئے ان کے شہر، بستیاں ملیا میٹ کی گئیں اور یہ سلسلہ بدستور تا حال جاری ہے۔ ان تباہ شدہ ممالک کے نوجوانوں کا فطری ردّ عمل بھی سامنے رکھا جائے دہشت گردوں کا اب مغربی دنیا کے ملکوں کے اندر تک پہنچنا ان کی اپنی پالیسیوں کا نتیجہ ہے اس کے ساتھ ہی مذہب سے دور مغربی ممالک، امریکہ بہادر اور دیگر خدا بیزار قوتیں مادر پدر آزاد سوسائٹی گندگی سے بھرپور ثقافت، عریانی فحاشی بے حیائی کو فروغ دے کر، نیو ورلڈ آرڈر، تہذیبوں کے تصادم ایسے نعرے لگا کر اپنے ایجنڈے کو دنیا بھر میں بزورِ قوت نافذ کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں ظلم بھی ہو اور امن رہے یہ ہو ہی نہیں سکتا جب تک عالمی سطح پر ظلم و جبر کا خاتمہ اور عدل و انصاف کا بول بالا نہ ہو گا دہشت گردی کے ناسور سے نجات ناممکن ہے۔

دنیا میں دیرپا قیام امن بڑی طاقتوں کی ذمہ داری ہے اقوام متحدہ ایسے ادارے کو گھر کی لونڈی بنا کر یا یرغمال بنا کر اپنے ذاتی مفادات کے لئے استعمال کرنے والی بڑی طاقتوں سے امن کی توقع رکھنا ریت میں سر دھنسنے کے مترادف ہے۔ بڑی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے باعث ایک صدی قبل دنیا میں امن کے لیے تشکیل دیا گیا عالمی ادارہ UNO اپنی افادیت کھو چکا ہے اور دنیا ایک بار پھر کسی بڑے عالمی تصادم کی طرف جا رہی ہے عالمی سطح پر اپنے اپنے ملکی وقومی مفادات کی خاطر نئے اتحادی بنا کر نئی صف بندیاں کی جا رہی ہیں یہ آثار اچھے نہیں ہیں اللہ خیر کرے اور دنیا کے باہمی اختلافات اور تضادات خوش اسلوبی سے حل ہونے کی کوئی تدبیر نکل آئے۔ جب سے دنیا میں مسلمان مغلوب ہوئے ہیں اسلام دشمن طاقتوں نے انھیں تختۂ مشق بنا رکھا ہے اور انھیں ذلیل و رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رکھی ہے اگرچہ یہ سلسلہ گزشتہ کئی صدیوں سے جاری وساری ہے مگر اس میں اب زیادہ تیزی آتی جا رہی ہے۔

بدقسمتی سے امت مسلمہ انتشار کا شکار ہو کر باہمی جنگ و جدل میں مصروف ہے اور ان

کے فروعی اختلافات اتنی شدت اختیار کر چکے ہیں کہ وہ نظریاتی طور پر ایک ہونے کے باوجود فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے سے انتہائی حد تک دور ہو چکے ہیں مخالفت میں ایک دوسرے کے دشمن بن کر رہ گئے ہیں۔ مسلم دنیا کی طرف سے اتحاد و اتفاق اور یک جہتی کا مشترکہ پیغام اسلام دشمنوں کو نہیں مل رہا جس سے شہ پا کر خدا بیزار قوتیں اور زیادہ دیدہ دلیری کے ساتھ ان پر مظالم کے پہاڑ ڈھانے میں مصروف ہیں جس کے باعث انتہا پسندی کے رجحانات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ او آئی سی ایک مردہ گھوڑا ہے جس میں جان ڈالنے کی سرے سے کوشش ہی نہیں کی جا رہی یوں تو اللہ تعالیٰ کو ماننے والوں کی تعداد 1.6 ارب سے زائد ہے مگر اللہ تعالیٰ کی ماننے والے تھوڑے ہیں۔ شاید اس بدعملی کے سبب ہم اسلام دشمن طاقتوں کے مظالم کا شکار ہیں بیسویں صدی عیسوی 1924ء میں جب خلافت ترکیہ کا خاتمہ کر کے ناجائز بنیادوں پر اسرائیلی سلطنت کی بنیاد رکھی گئی اور مسلمانوں کی حکومتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کمزور کر دیا گیا اسلام دشمن طاقتیں ''تقسیم کرو، لڑاؤ، غلام بنا کر رکھو اور حکومت کرو'' کی پالیسی کے تحت ان پر راج کر رہی ہیں۔ سازشوں کے تحت بالواسطہ طور پر امریکہ اور اس کے مغربی اتحادی ہی اپنے ایجنٹوں کے ذریعے مسلم دنیا پر حکمرانی کر رہے ہیں کسی بھی اسلامی ملک میں اسلامی قانون نافذ نہیں اور شریعت کے مطابق فیصلے نہیں ہوتے اکثر مسلم ممالک میں ظلم اور ناانصافی کا دور دورہ ہے جس کے خلاف علاقے کی عوام، اسلام پسند طبقات سراپا احتجاج ہیں اور اپنے حقوق کے لئے آوازیں بلند کرتے رہتے ہیں۔ کشمیر، فلسطین، افغانستان، مصر، عراق، شام، یمن لیبیا میں خانہ جنگی کی کیفیت مغربی طاقتوں ہی کی سازشوں، ریشہ دوانیوں کا شاخسانہ ہے۔ عالمی استعماری قوتوں نے براہ راست یا پھر اپنے ایجنٹ کٹھ پتلی حکمرانوں کے ذریعے ان مظلوم انسانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے اسلامی دنیا میں غلبہ اسلام کے داعی مسلمان دراصل بڑی طاقتوں کے تسلط سے اپنی آزادی کے حصول کے لئے جدو جہد کر رہے ہیں جذبہ حریت سے سرشار ان مظلوم مسلمانوں پر مغربی ایجنٹوں کے ذریعے ریاستی جبر اور ظلم و ستم کی انتہا کی جا رہی ہے ان مسلم ممالک میں لاکھوں نہتے مسلمان صرف راسخ العقیدہ مسلم ہونے کے باعث قتل کیے جا چکے ہیں اور مشرق وسطیٰ اور دیگر مسلم دنیا سے اب تک ایک کروڑ کے لگ بھگ افراد اپنے خاندانوں سمیت اپنے گھروں سے بے دخل کیے جا چکے ہیں جو دَر دَر کی

ٹھوکریں کھا کر اپنی زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں اس وقت عالمی سطح پر امریکہ اور اس کے مغربی اتحادی لیبیا، عراق، شام، یمن، مصر، بحرین، سوڈان، الجزائر، ترکی، فلپائن، روہنگیا، پاکستان اور افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک میں جو کھیل کھیل رہے ہیں ان طاغوتی طاقتوں کے خلاف شدید ردّعمل ایک فطری عمل ہے ان مسلم ممالک کی عوام اپنے تئیں ظلم و ناانصافی کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں ان کی آوازوں کو خاموش کروانے کی تمام تر کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔ بھارت نے یوں تو ستر سالوں سے کشمیر میں ظلم و بربریت کا نظام قائم کر کے لاکھوں کشمیریوں کو شہید کر کے اپنا تسلط جما رکھا ہے مگر حالیہ دنوں میں برہان وانی کی شہادت کے بعد احتجاجی تحریک کے شرکا پر چھروں والی گولیوں کا بے دریغ استعمال کر کے سینکڑوں کشمیریوں کو اندھا کر دیا گیا اور سینکڑوں شہید کر دیے گئے۔ عالمی ضمیر خاموش ہے جس کے خلاف ردعمل شدید تر ہے اور گزشتہ کئی ماہ سے مقبوضہ کشمیر میں کرفیو نافذ ہے اور کاروبار زندگی معطل ہو کر رہ گیا ہے۔ کشمیری حریت قیادت پابند سلاسل اور جیل کی کوٹھڑیوں میں بند پڑی ہے آزادی کے متوالوں کو حریت پسند کہنے کی بجائے انھیں انتہا پسند اور دہشت گرد کہہ کر ان کی تحریک آزادی کو دبایا جا رہا ہے۔ بھارت فوجی طاقت کے زعم میں کشمیریوں کا قتل عام کر رہا ہے اور جنگی جنون میں مبتلا ہو کر کنٹرول لائن کی متعدد بار خلاف ورزی کر چکا ہے وہ پاکستان پر جنگ مسلط کرنا چاہتا ہے، اسرائیل اور امریکہ سمیت کئی مغربی ممالک اس کا ساتھ دے رہے ہیں امریکہ اور اس کے اتحادی مادی وسائل اور جدید اسلحہ کے بل بوتے پر دنیائے اسلام کو مغلوب رکھنے کی کوششوں میں تمام اخلاقی اور عالمی قوانین کو پامال کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت ہونے نہیں دیتے اپنے تمام تر حربی اسلحے کی برتری کے باوجود وہ بری طرح ناکام ہیں فلسطین میں حماس، مصر میں اخوان المسلمین، سوڈان بوکو حرام، عراق میں صدام حسین اور لیبیا میں کرنل قذافی کے قتل کے باوجود امریکی کٹھ پتلی حکمرانوں کے خلاف باغیوں کی یلغار شام، عراق، بحرین، یمن میں حوثی باغیوں کے ساتھ ایرانی اور روسی مداخلت ان ممالک میں داعش اور القاعدہ افغانستان میں طالبان، ایک کے بعد دوسرا عسکریت پسند گروہ پیدا ہو رہا ہے جن کے مقابلے میں امریکہ، نیٹو سمیت دیگر اتحادی بری طرح شکست سے دو چار ہیں۔ بکھری ہوئی الجھی ہوئی امت مسلمہ کو کوئی ایک متفقہ اور مشترکہ پلیٹ فارم بھی میسر تک نہیں اقوام متحدہ بڑی

طاقتوں کی آلہ کار بن کر صرف مسلمانوں ہی کے خلاف برسرِ پیکار ہے اس طویل عرصے میں کسی اسلامی ملک کو انصاف نہیں ملا بلکہ مسلم ممالک کو ملیا میٹ کرنے کے سرٹیفکیٹ نام نہاد ادارے UNO کے پلیٹ فارم سے ہی جاری کیے گئے راسخ العقیدہ مسلمانوں پر کبھی رجعت پسند، قدامت پسند، انتہا پسند، بنیاد پرست اور اب دہشت گرد ہونے کا لیبل لگا کر ان کے لئے دہشت گردی کی اصطلاح استعمال کی جارہی ہے۔ آزادی کی جنگ لڑنے والوں کو دہشت گرد کہہ کر دنیا میں اسلام کو بدنام کیا جارہا ہے جبکہ اس قسم کے انتہا پسندی کے رجحانات رکھنے کے حامل غیر مسلموں، عیسائیوں یہودیوں، ہندوؤں، بدھ بھکشوؤں اور سیکولرازم کے پرچارک گروہوں اور ان کے پیچھے درپردہ قوتوں کو بری الذمہ قرار جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امریکہ بہادر نے حال ہی میں اپنے ناجائز بچے اسرائیل کو پانچ بلین ڈالر اور بھارت کو اربوں ڈالر امداد دینے کا اعلان کیا ہے یہ امریکی امداد اسرائیل کو اسلحے کی سپلائی کی صورت میں عطا کی جائے گی جو اس سے نہتے محصور فلسطینیوں اور پڑوسی مسلم ممالک کے خلاف ہی استعمال کرے گا۔ اقوام متحدہ کی قراردادوں کو ٹھینگا دکھا کر لاکھوں مظلوم فلسطینیوں کی نسل کشی اور ان کا قتل عام کرنے والا اسرائیل۔ واہ واہ یہودی اور ان کے سرپرست۔ تو دہشت گرد نہیں ہیں بلکہ دین اسلام کے پیروکار حماس کے مٹھی بھر نہتے حریت پسند اور آزادی کی جنگ لڑنے والے کشمیری نوجوان افغانستان مشرق وسطیٰ میں امریکی مفادات کے خلاف اٹھنے والے ہی دہشت گرد ہیں۔ دہشت گردی کی بنیادی وجوہات معلوم کر کے ان کے ازالے کے لیے ٹھوس اقدامات کئے بغیر انتہا پسندی اور دہشت گردی کے ناسور کا خاتمہ ممکن نظر نہیں آتا۔ عالمی امن کی ٹھیکیدار بڑی طاقتیں کمزور انسانوں کو انصاف فراہم کر کے ہی عالمی سطح پر دیرپا امن قائم کرسکتی ہیں۔ ع شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

# خانۂ خدا اور ایجادِ فرنگ

سلیم جاوید

(بشکریہ ماہنامہ سوئے حرم لاہور، جولائی 2016ء)

بہت عرصہ سے یہ سوال، میری سوچ میں اُبھرتا ہے کہ آخر لاؤڈ سپیکرز کا مساجد میں کیا کام ہے؟

خدا کا نبی، نماز کی لذت میں ساری رات کھڑے گزار دیتا تھا مگر اپنی اُمت کے اماموں کو وصیت فرمائی کہ جماعت کی نماز مختصر پڑھایا کریں تاکہ بوڑھے اور بیمار مقتدیوں کو تکلیف نہ ہو۔ بوڑھے اور بیماروں کی خاطر، فرض نمازوں میں رعایت دینے والے شفیق ورحیم نبی کو اگر پتہ چلے کہ پاکستان کے ایک ایک محلے میں موجود، چار چار مساجد جن کے میناروں پر نصب درجن بھر لاؤڈ سپیکرز، بوڑھوں بیماروں کے ساتھ کیا کر رہے ہیں تو اس کے دل کا کیا حال ہوگا؟

مساجد میں لاؤڈ سپیکر کا ایک استعمال تو روزانہ کا ہے یعنی نماز واذان، پھر ہفتہ واری ہے یعنی جمعہ اور پھر سالانہ یعنی رمضان۔ مگر اس کے علاوہ بھی مساجد کا لاؤڈ سپیکر بے دریغ استعمال ہوتا رہتا ہے۔ پنجاب کے دیہات میں تو روزانہ سبزی گوشت کا بھاؤ بھی مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے نشر کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں، پانچ دس روپے چندہ دینے والے سخی حضرات کا شجرہ بیان کرنے کا پروگرام بھی مسلسل جاری رہتا ہے۔ دن کو اگر لڑکے بالوں کے نعتیہ آڈیشن نشر ہوتے ہیں تو گاہے رات گئے، کوئی کار از رفتہ بوڑھا بھی مسجد کے سپیکر پر ہی ریاض فرمانے آجاتا ہے۔ ایک بریکنگ نیوز، جو رات دن کے کسی بھی لمحے نشر کی جاسکتی ہے، وہ فوتگی اور جنازے کے اعلان کی ہوتی ہے، جو شہروں میں کم اور دیہات میں زیادہ ہوتی ہے۔ حالانکہ شہروں میں نفسا نفسی ہوتی ہے جبکہ

دیہات میں تو آپس کا بندھن، سپیکر کا محتاج نہیں۔ حالت یہ ہو چکی ہے کہ لوگ مسجد کے پڑوس کا پلاٹ لینے کو تیار نہیں۔ کئی سال قبل مجھے اس کا ذاتی تجربہ ہو چکا ہے۔ میرے دوست حامد الحق نے (جو آج کل پشاور سے تحریک انصاف کا ایم این اے ہے)، میرے لیے شیخوپورہ میں، بہت ہی کم کرائے پر ایک مکان ڈھونڈا۔ اچھا مکان تھا، دوسری منزل پر واقع تھا۔ کرایہ کم اس لیے تھا کہ اس کے صحن میں ساتھ والی مسجد کا لاؤڈ سپیکر جھانک رہا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ خدا کا پڑوس، اس قدر گراں گزرے گا۔

عجیب یہ کہ جس قدر شدت سے بریلوی علمائے سلف نے لاؤڈ سپیکر کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے، اسی قدر ان کی حالیہ نسل اس کو حرزِ جان بنائے ہے۔ خیر! دیوبند کے بیشتر علمائے سلف بھی لاؤڈ سپیکر کو حرام قرار دیتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ سب علماء بڑے صاحبِ بصیرت تھے جنھوں نے لاؤڈ سپیکر کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔

مگر ٹھہریے! یہاں مجھے ایک مغالطے کا جواب بھی عرض کرنے دیجیے۔

ایک پراپیگنڈہ چل رہا ہے کہ مولوی ہر ایجاد کو پہلے حرام قرار دیا کرتے ہیں، پھر اسے گلے لگا لیتے ہیں۔ اس ضمن میں خاکسار، پرنٹنگ پریس، ڈی این اے وغیرہ موضوعات پہ پہلے ہی لکھ چکا ہے۔ آج لاؤڈ سپیکر کی کہانی بھی سنتے جائیں۔

برصغیر کی پہلی سیاسی جماعت، کانگریس نہیں تھی بلکہ جمعیت علماء ہند تھی۔ پس پہلے سیاسی جلسے تو جمعیت علماء نے کیے اور یوں پہلی بار لاؤڈ سپیکر کا استعمال بھی علماء ہند نے کیا، تو اسے حرام کیسے کہہ سکتے تھے؟ فتویٰ میں دراصل پوچھا یہ گیا تھا کہ کیا نماز کے لیے لاؤڈ سپیکر کا استعمال جائز ہے؟ اس کے جواب میں، نماز میں لاؤڈ سپیکر کو حرام قرار دیا گیا کیونکہ اس میں ایک فقہی باریکی تھی اور وہ یہ کہ انسانی کی بجائے، مشینی آواز پہ رکوع وسجود جائز ہے یا نہیں؟۔ (اُس وقت تک یہی کنفیوژن تھی کہ سپیکر میں اصل آواز کی پچ بلند ہوتی ہے یا برآمد آواز، الگ مشینی آواز ہوتی ہے؟)

اس جملہ معترضہ کے بعد، واپس اپنے موضوع پہ آتے ہیں۔ مساجد میں لاؤڈ سپیکر کا روزانہ استعمال، اذان اور نماز کے لیے ہے۔

اذان کے سنت الفاظ احادیث کی کتب میں درج ہیں مگر بعض مساجد میں اذان کے

ساتھ مزید سابقے لاحقے ملا کر، اس کو چوتھائی گھنٹے تک کھینچا جاتا ہے۔ پھر پاکستان میں ہر مسجد میں نماز اور اذان کے اوقات الگ ہیں۔ چنانچہ ایک ہی محلے کے کئی سریلے مؤذّن، ایک دوسرے کی اذان ختم ہونے کے انتظار میں ہوتے ہیں تا کہ ان کی باری شروع ہو اور یوں یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ چونکہ مغرب کی نماز کا ایک ہی وقت ہے تو عوام کو عشاء تک وقفہ مل سکتا ہے۔ لیکن اگر اتفاق سے قریب میں اہل تشیع کی مسجد ہو تو اس وقفہ میں ایک اور طویل اذان میسر آ جاتی ہے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ اذان ہو تو خاموش ہو جاؤ، پر ایسے میں آدمی بولے کب؟

دیکھئے، اذان، شعائرِ اسلام میں سے ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا اذان، اصلاً عبادت ہے یا اعلان؟ اگر یہ عبادت ہے تو پھر زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس کا موقع دینا چاہیے۔ سپیکر کی بجائے، مسجد کے اطراف میں کئی مؤذّن یہ عبادت سرانجام دے کر ثواب کمائیں۔ لیکن اگر یہ اعلان ہے تو پھر ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اعلان پہنچ جائے۔ پھر لاؤڈ سپیکر کی بجائے جدید ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے، مرکزی سطح پر ایک مؤذن مقرر ہو، وہ اذان کہے اور پورے شہر میں سیٹلائٹ کنکشن سے یہ گونج جائے۔

میرے خیال میں، اذان اصلاً ایک عبادت ہے جس کے بڑے فضائل ہیں اور ضمناً یہ اعلان ہے۔ مدینہ میں بلالؓ سے زیادہ فصیح اور بلند آواز صحابی بھی موجود تھے (ایک صحابی کی آواز بارہ میل تک جاتی تھی) اگر یہ اصلاً اعلان ہوتا تو کسی بلند آواز صحابی کو مؤذن بنایا جاتا۔

میں آپ کو ایک ایسی اذان کا قصہ بھی سناؤں جس میں مسجد کو بلانے کی بجائے، مسجد میں آنے سے روکا گیا۔ حضور ﷺ کے دور میں ایک بار مدینہ میں شدید بارش ہوئی تو فجر کے وقت، لوگوں میں مسجد کی بجائے، گھروں میں نماز پڑھنے کا کہنے کو اذان دی گئی۔ اب اس واقعہ سے میرا استدلال یہ ہے کہ اگر صحابہ، اذان کی بنیاد پر مسجد آیا کرتے تھے تو منع کرنے والی اذان کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اذان نہ ہوتی تو وہ خود بخود مسجد کو نہ آتے۔ معلوم ہوا کہ نماز کا وقت ہوتے ہی وہ لوگ بلا اذان کا انتظار کیے، مسجد آ جایا کرتے تھے۔ پس بارش والے دن ان کو منع کرنا پڑا۔ تاہم، ایک اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان، اعلان کی خاطر وجود میں آئی ورنہ پہلے اذان کے بغیر نماز ہوا کرتی تھی۔ بہرحال، جو بھی صورت ہو، لاؤڈ سپیکر صاحب اس میں فٹ نہیں بیٹھتے۔

برسبیل تذکرہ اس سلسلے میں سب سے عجیب انداز حرم شریف میں اپنایا جاتا ہے۔ جب لاؤڈ سپیکر ایجاد نہیں ہوئے تھے تو حرم میں امام کے بعد مکبّرین حضرات تکبیر کہتے تھے تاکہ سب کو آواز پہنچ جائے۔ اب حرم شریف میں لگے 4 ہزار لاؤڈ سپیکروں میں امام کی تکبیر، باہر ہوٹلوں تک لوگ سن لیتے ہیں تو پھر نہ جانے کیوں مکبّر صاحب بھی الگ سے ایک لمبی تکبیر دہراتے ہیں جو ذوق پہ گراں گزرتی ہے۔

خیر، اب لاؤڈ سپیکر کے ہفتہ واری استعمال یعنی جمعہ المبارک کی بات بھی کر لی جائے۔

کاش یہ بات ہمارے ذہن نشین ہو جائے کہ لاؤڈ سپیکر کانوں تک آواز پہنچانے کے لیے ہے نہ کہ آواز ٹھونسنے کے لیے۔ اب اگلی گزارش یہ ہے کہ جمعہ کا عربی خطبہ کہنا سنت ہے مگر کیا سب نمازیوں کا اسے اپنے کانوں سے سننا اور سمجھنا بھی ضروری ہے؟ جب کہ سپیکر نہیں تھے تو ہزاروں کا مجمع، جمعہ کا خطبہ کیسے سنتا تھا؟ پھر ہمارے ہاں مروّج اردو تقریر تو فقط ایک اضافہ ہے۔ تشنگانِ علم کو جمعہ کے مبارک دن یہ اضافی تقریر سننا چاہیے۔ مگر میرا مشورہ ہے کہ عربی خطبہ اور نماز سے بروقت فارغ ہو کر، چاہے عصر تک مولوی صاحب تقریر کرتے رہیں اور سچے مسلمان سنتے رہیں، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ میرا خیال ہے کہ جمعہ کے بعد ان باقی ماندہ مسلمانوں کے لیے تو شاید چھوٹے ڈیک کی بھی ضرورت نہ پڑے۔

لاؤڈ سپیکر کا سالانہ استعمال عیدین اور تراویح کی نماز کے لیے ہوتا ہے؛ سو عبادت کے اس خصوصی ماہ کے لیے ہر کوئی گنجائش دے گا۔ تاہم میرا مشورہ ہے کہ ماشاء اللہ، حفاظ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر، تراویح کی کئی جماعتیں ہوں تاکہ حفاظ کا حوصلہ بڑھے۔ بیٹھک وغیرہ کے علاوہ، بڑی مساجد میں تراویح کی الگ الگ جماعتیں ہو سکتی ہیں اور ہونا چاہئیں۔ حرم میں سپیکر کی ایجاد سے قبل، تراویح کی کئی جماعتیں ہوا کرتی تھیں۔ صاف ظاہر ہے کہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں سپیکر کی ضرورت نہ رہے گی۔ بالفرض، اگر ایک ہی جماعت کرنا ہو تو بھی آواز کی مینجمنٹ، مجمع کے مطابق ہو سکتی ہے اور اس کے لیے بھی مینار پہ لگے بھونپو کا استعمال ہرگز قابل فہم نہیں۔ بازاروں میں قرآن کی آواز اور لوگوں کے مشاغل کا ایک ساتھ چلنا بھی قرآن کی بے حرمتی ہے۔

میں تو جملہ مؤمنین سے یہی گزارش کروں گا کہ اپنی مساجد کو نہ سہی مگر اپنی عبادات کو کم

از کم مشینی لمس سے محفوظ رکھیں اور معاشرے کو بھی سکھ کا سانس لینے دیں۔

بعض مخلص دوست، شکوہ کرتے ہیں کہ شادی بیاہ کے فنکشن پہ محلے بھر کی نیند اڑا دی جاتی تو اس پہ کوئی شکوہ نہیں لیکن مسجد کے سپیکر پر لوگوں کو اعتراض ہے۔ بھائی، اگر چہ ہمارا مطالبہ یہی ہے کہ حکومت کو کسی بھی ایسے شوروغوغا پہ پابندی لگانا چاہیے جس پہ اہل علاقہ معترض ہوں یا ان کو تکلیف ہوتی ہو۔مگر بات یہ ہے کہ کسی معاملے پر جب مذہبی ملمع چڑھا دیا جائے تو بندہ خارجی کے علاوہ اپنے داخلی مذہبی جذبات سے بلیک میل ہو کر مجبور ہو رہتا ہے۔آپ کے گھر کوئی بوڑھا بیمار ہو اور ہمسائے میں پرشور موسیقی چل رہی ہو تو اسے منع کیا جا سکتا ہے۔مگر ہمسائے میں مولوی ''ٹوکہ'' کی ولولہ انگیز خطابت چل رہی ہو تو اسے منع کرنا، خود بیمار کو بھی احساسِ گناہ میں مبتلا کرتا ہے اور منع کرنے کی جرأت کر بھی لے تو جوابی وعظ سننے کے بعد، شاید موت کو ترجیح دے گا۔

یاوش بخیر! یونیورسٹی کے زمانے میں ہمارے ہاسٹل کے ایک دوست نے منّت کی کہ رات آپ کے کمرے میں گزاروں گا۔ کیونکہ اس کا روم میٹ، تہجد کے وقت اُٹھ کر، نقشبندی ذکر جہر کیا کرتا تھا جس سے ناک کے ذریعے خراٹے لے کر خدا تک پہنچا جاتا تھا۔ یہ بیچارہ اس کو منع کرنا گناہ سمجھتا تھا۔

بہر کیف! سو باتوں کی ایک بات یہ کہ کیا لاؤڈ سپیکر کی مساجد میں شرعی ضرورت ہے یا نہیں؟

ایک آئین پسند ہونے کے ناطے، اسلامی نظریاتی کونسل سے ہی گزارش ہے کہ لاؤڈ سپیکر کے مسئلے پر ضرور غور و خوض کریں۔ خاکسار کا مطالبہ تو بہر حال یہ ہے کہ مساجد میں لاؤڈ سپیکر پر نہ صرف پابندی لگائی جائے بلکہ موجودہ سپیکروں کو بحق سرکار ضبط کر لیا جائے۔امید ہے اس کے بعد فرقہ پرست آتش دہن مولوی معدوم ہو جائیں گے، جس سے نہ صرف معاشرے میں کچھ سکون آئے گا بلکہ سنجیدہ علمائے کرام کو بھی کماحقہم پذیرائی ملے گی۔

دیں فروختند و چہ ارزاں فروختند

# خاندانی منصوبہ بندی اور علماء،
# وہ معزز تھے زمانے میں......!

عبدالرشید ارشد

شاعرِ مشرق علامہ اقبال کا ایک شعر دورِ حاضر کے دانشوروں اور علماء کہلوانے والوں کی حالت زار کی عکاسی کرتا ہے۔ فرمایا

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

یہ شعر حضرت عمرؓ کے اس فرمان کی تائید ہے کہ ''ہم زمانے کی بدترین مخلوق بن چکے تھے، ہم دہشت گرد تھے، بھری مجالس میں بے حیائی تو تھی ہی طوافِ کعبہ بھی برہنہ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہم میں سے ایک نبی چن لیا، دوسرا احسان یہ فرمایا کہ اس نبی کو قرآن حکیم کی نعمت سے نوازا اور پھر تیسرا احسان یہ فرمایا کہ ہمیں قرآن حکیم کو سینے میں اتار لینے کی توفیق سے نوازا پھر جس دن قرآن حکیم ہمارے سینوں میں اُتر گیا ہم دنیا کی مہذب ترین اور مستحکم ترین قوم بن کر دنیا کے حکمران بن گئے''۔ اُس وقت اسلامی حکومت کے زیر اثر کم وبیش 24 لاکھ مربع میل کا علاقہ تھا، یہ قرآنِ حکیم کے سینوں میں جذب ہونے کا اعجاز تھا۔

تدریجاً جب قرآن حکیم سینوں سے نکلنا شروع ہوا تو ملت اسلامیہ بھی تدریجی انحطاط کا شکار ہوتی چلی گئی اور آج جہاں ہم کھڑے ہیں شاید یہ انحطاط کا آخری کنارہ ہے کہ فرد سے لے کر اجتماعیت بھی قرآن حکیم کو زبان کی حد تک تو عقیدت واحترام سے نواز رہی ہے مگر قلوب واذہان

اس نعمت عظمیٰ سے خالی خالی ملتے ہیں اِلا ماشاء اللہ۔ ہماری یہ رائے نہ تو مفروضہ ہے اور نہ ہی یہ کسی کے لیے طعنہ وتہمت ہے بلکہ اس کے شواہد آئے روز سامنے آتے رہتے ہیں اور اسی طرح کی ایک مثال نے یہ سطور لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ یوں یہ دُکھے دل کی داستان ہے۔

روزنامہ ایکسپریس لاہور کی اشاعت میں لگا تار بعض علماء کی تصاویر کے ساتھ قرآن و حدیث سے یہ ثابت کرنے کی خاطر کہ خاندانی منصوبہ بندی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی مرضی ومنشا کے عین مطابق ہے، دو اشاعتوں میں امام شاہی مسجد لاہور اور کسی علامہ شہزاد مجددی (مذہبی سکالر) کے ساتھ محکمہ بہبود آبادی کے اشتہار سامنے آئے ہیں۔

زیر نظر اشتہار میں ہادیٔ برحق ﷺ سے مروی روایت کے ذریعے بچوں کی ولادت میں 3 سال کا وقفہ ثابت کیا گیا ہے۔ اشتہار کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

> ''رسول ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا......اور آدمی اپنے اہل وعیال کے بارے میں نگران ہے اور اس سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا'' (متفق علیہ)
>
> ''بچوں کو ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں بہتر معیار زندگی دینا یعنی ان کی تعلیم وتربیت بھی ماں باپ پر فرض ہے۔ لہٰذا بچوں کی تعداد کی بجائے ان کے معیار زندگی کی جانب توجہ دیں''۔ علامہ شہزاد مجددی
>
> زندگی کی منصوبہ بندی کے لیے بچوں کی پیدائش میں
>
> کم از کم 3 سال کا وقفہ رکھیں
>
> ''سوچ بدلو، زندگی بدلو''

مذکورہ نصیحت ایک نہیں دو دینی سکالروں کے ذریعے عوام تک پہنچائی گئی ہے اور نہ جانے ابھی دین فروش کتنے مذہبی سکالر محکمہ بہبود آبادی والوں کی جیب میں ہیں۔ ''گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا کارِ طفلان خواہد شد''

مذہبی سکالر جس متفق علیہ حدیث سے 3 سالہ وقفے کے لیے استدلال کر رہے ہیں اس

کے الفاظ و معنی قابل توجہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کُلُّکُم رَاعٍ وَ کُلُّکُم مَسئُولٌ عَن رَعِیَّتِہٖ......الخ ''تم میں سے ہر شخص (کسی نہ کسی طرح) رعیت ہے اور ہر ایک اپنی رعیت (زیر دستوں کے لیے) قابل مواخذہ ہے......''۔

مرد و زن کا سب سے بڑا خیر خواہ خود خالق ہے، اللہ ربّ العالمین ہے یعنی ساری مخلوق کا پالنے والا ہے۔ اُس ربّ العالمین نے قرآن حکیم میں کسی بھی انداز میں مذہبی سکالر علامہ شہزاد مجددی کی علمی تحقیق کی راہنمائی نہیں دی کہ اولاد میں 3 سال کا وقفہ لازم ہے اور معیار زندگی پر زور دیا ہے کہ معیار زندگی ہر خاندان کا اپنا اپنا ہے۔ اللہ ربّ العزت کے قرآن حکیم میں اولاد کی پیدائش کے حوالے سے مندرجہ ذیل فرامین چشم کشا ہیں بشرطیکہ بصیرت انسان کا سرمایہ حیات ہو اور فرامین خالق کے اٹل حقیقت ہونے پر کامل ایمان ہو۔

☆ قَدْ خَسِرَ الَّذِینَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاءً عَلَى اللّٰهِ (الانعام: 140)

''وہ لوگ خسارے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی سے بغیر سوچے سمجھے قتل کیا اور اس نعمت کو جو اللہ نے ان کو عطا کی تھی، اللہ پر افترا باندھ کر اپنے اوپر حرام کر لیا''

☆وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ (الانعام: 151)

''اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو ہم انہیں اور تمہیں بھی رزق دیں گے''

☆وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا (بنی اسرائیل 31)

''اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ان کو رزق دینے والے بھی ہم ہی ہیں اور تم کو بھی۔ ان کو قتل کرنا بہت بڑی خطا ہے''۔

(اِملاق یہاں سٹیٹس (Status) کے معنی میں لیا جائے)

مذکورہ فرامین کے ساتھ ساتھ خالق انسان کی فطری کمزوری کا ذکر فرمانا بھی لازم ٹھہراتے ہیں۔ فرمایا:

وَ إِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الفَسَادَ O (البقرہ:205)

''جب وہ صاحب اختیار ہوا تو اس نے زمین میں فساد پھیلایا اور کھیتی اور نسل کو ہلاک کرنے کی تدبیریں کیں''

مذکورہ فرامین کی تائید کے لیے نبی مکرم ﷺ کا مندرجہ ذیل فرمان ہر باشعور صاحب ایمان کے لیے راہ منزل متعین کرتا ہے اور علامہ شہزاد مجددی جیسے دین فروشوں کی فکر کی نفی کرتا ہے۔

☆ قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ: تَزَوَّجُوا الوَدُودَ الوَلُودَ فَاِنِّی مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ

(مشکوۃ، کتاب النکاح بحوالہ ابوداؤد و نسائی)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بہت پیار کرنے والی، زیادہ بچے جننے والی سے شادی کرو۔ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے کہہ سکوں گا کہ میرے پیروکاروں کی تعداد دوسری امتوں سے زیادہ ہے''

یہی بات قرآن حکیم میں یوں بیان ہوئی ہے کہ

☆ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ (البقرہ:233)

''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں جب چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ''

اللہ تعالیٰ، اللہ کے رسول ﷺ اور آخری مکمل و مدلّل کتابِ ہدایت یعنی قرآن حکیم کی حقانیت پر شعوری ایمان کا دعویٰ کرنے والے کی زبان سے وہ تاویلِ حدیث اور دین کی تشریح زیب نہیں دیتی جو کافر کا طرۂ امتیاز تو ہو سکتی ہے مومن کا نہیں۔ خاندانی منصوبہ بندی یا غلاف میں لپٹی بہبود آبادی پر اُن ماہرین کی کیا تحقیق ہے جو ملت مسلمہ کی ''صحت و سلامتی'' کے لیے انتہائی بے چین رہتے مفید مشوروں سے نوازتے ہی نہیں بلکہ مالی امداد فراہم کرنے میں بھی بخل سے کام نہیں لیتے۔

''عورت کے لیے وظائف تولیدی جو اہمیت رکھتے ہیں ان کا ابھی تک پورا شعور پیدا نہیں ہوا ہے۔ اس وظیفہ کی انجام دہی عورت کی معیاری تکمیل کے لیے ناگزیر ہے۔ پس یہ احمقانہ فعل ہے کہ عورتوں کو تولید اور زچگی سے برگشتہ کیا جائے۔''

(" Man The Unknown" by Dr. Alixis Carrel Noble Prize ,winner)

''جنسی جذبہ آخر کس چیز کا غماز ہے اور کس مقصد کے حصول کے لیے ہے۔ یہ بات کہ اس کا تعلق افزائش نسل سے ہے، بالکل واضح ہے۔ بیالوجی کا علم اس مسئلے کو سمجھنے

میں ہماری مدد کرتا ہے۔ یہ ایک ثابت شدہ حیاتیاتی قانون ہے کہ جسم کا ہر عضو اپنا خاص وظیفہ انجام دینا چاہتا ہے اوراس کام کی تکمیل چاہتا ہے جوفطرت نے اس کے سپرد کیا ہے۔ نیز اگر اُسے اس کام سے روک دیا جائے تو لازماً الجھن اور مشکلات پیدا ہوں گی۔عورت کے جسم کا بڑا حصہ بنایا ہی گیا ہے استقرارِ حمل اور تولید کے لیے۔ اگر عورت کو اپنے جسمانی اور ذہنی نظام کا یہ فطری تقاضا پورا کرنے سے روک دیا جائے گا تو وہ اضمحلال اور شکستگی کا شکار ہوجائے گی اس کے برعکس ماں بن کر وہ ایک نیا حسن ایک روحانی بالیدگی پالیتی ہے جواس جسمانی اضمحلال پر غالب آجاتی ہے جس سے زچگی کے باعث عورت دوچار ہوتی ہے۔‘‘

("The Psychology of sex" Page17, Dr Oswald Schwarz)

یورپی ڈاکٹر حضرات کی بے شمار آرا میں سے ہم نے صرف دو پر اختصار کے نقطۂ نظر سے انحصار کیا ہے ورنہ خاندانی منصوبہ بندی کے لیے استعمال ہونے والے سبھی طور طریقے عورت کی صحت کے دشمن قرار دیے جا چکے ہیں۔ یہاں تک کہ ولادت روکنے والا جرمن ساختہ ٹیکہ ’’نوری جسٹ‘‘(NORIGEST) خود کمپنی کے ٹیکہ کے ساتھ تعارفی لٹریچر کے مطابق کینسر پیدا کرنے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

خالق کے فرامین اور فرمانِ رسالت ﷺ کی روشنی میں مذکورہ دو یورپی ماہرین کی آرا کو فہم وشعور میں جگہ دینے والا شخص کسی طور بھی خاندانی منصوبہ بندی کے پھیلائے جانے والے ’’مذہبی جال‘‘ میں پھنسنے پر آمادہ نہیں ہوسکتا۔ افسوس تو علما کہلونے والے ان ’زر پسند‘ حضرات کی اس دیدہ دلیری پر ہے جو چند روپوں کے لالچ میں ’دین فروشی‘ سے سادہ لوح عوام کی صحت اور ان کے دین وایمان سے کھیلتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں محشر میں نامہ اعمال ہاتھ میں پکڑے کھڑے ہونے کا خوف ہے جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا۔ دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال والا اپنے عمل دیکھتا جنت کی راہ لے گا تو بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پکڑے دین وعاقبت فروش کے منہ سے بے ساختہ نکلے گا یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا، کاش میں مٹی ہوتا!

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلامی دستورِ حیات اور قرار داد مقاصد کے امین، قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کا محشر میں کس منہ سے سامنا کریں گے؟ کیا اُن کا ہاتھ اِن کے گریبانوں پر نہ ہوگا جو اُن کی فکر اور اُن کی شب و روز محنت سے حاصل کردہ مملکت کے ہمہ جہت امین تھے مگر جنہوں نے امانت داری کا حق ادا کرنے کے بجائے ہر لمحہ ابلیسیت کا ڈانس دیکھنے میں لذت محسوس کی۔ یہود و نصاریٰ کے اسلام دشمن ایجنڈے کو لمحہ لمحہ تقویت فراہم کرتے اسلامی طرز حیات کو پنپنے نہ دیا۔

یہودی النسل امریکی وزیر خارجہ ہنری کیسنجر کی حکومت کو پیش کی جانے والی رپورٹ S200 بسلسلہ ''خاندانی منصوبہ بندی، اسلامی ممالک میں'' کا یہ نقطہ قابل توجہ ہے کہ اس مقصد کی ترویج کے لیے علما و دانشوروں کے علاوہ صحافیوں کی خدمات سے استفادہ کیا جائے اور اگر کوئی رکاوٹ ڈالے تو اسے 'کرش' کر دیا جائے۔ آج علماء و صحافت استعمال ہو رہے ہیں۔

**اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ**

---

# حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا

## انتہائی بہادر اور صابر و شاکر خاتون

(بشکریہ ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی، دسمبر 2016ء)

**نام ونسب:** صفیہ نام، عبدالمطلب جدّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھی، ماں کا نام ہالہ بنت وہب تھا جو حضرت آمنہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ) کی ہمشیرہ ہیں اس بنا پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہونے کی ساتھ آپ کی خالہ زاد بہن بھی تھیں، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عمّ (چچا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہالہ سے پیدا ہوئے تھے اس لیے وہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حقیقی بھائی بہن تھے۔

ابوسفیان بن حرب کے بھائی حارث سے شادی ہوئی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد سے نکاح ہوا جس سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ 40 برس کی عمر ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پھوپھیوں میں یہ شرف صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اسد الغابہ میں ہے: والصحیح انہ لم یسلم غیر ھا

"یعنی صحیح یہ ہے کہ ان کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی پھوپھی ایمان نہیں لائیں"

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی، غزوہ اُحد میں جب مسلمانوں نے شکست کھائی تو وہ مدینہ نکلیں، صحابہ رضی اللہ عنہم سے عتاب آمیز لہجہ میں کہتی تھی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چل دیے؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا، بولیں کہ میں اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہوں لیکن خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی، لاش پر گئیں خون کا جوش تھا اور عزیز بھائی کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہوئے تھے،

لیکن انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر چپ ہوگئیں اور مغفرت کی دعا مانگی، واقعہ چونکہ نہایت دردانگیز تھا اس لیے ایک مرثیہ کہا جس کے ایک شعر میں آنخضرت ﷺ کو اس طرح مخاطب کرتی ہیں:

ان يومًا اتى عليك ليوم کورت شمسه وكان ضياء

''آج آپ پر وہ دن آیا ہے جس میں آفتاب سیاہ ہوگیا ہے حالانکہ پہلے وہ روشن تھا''

غزوہ اُحد کی طرح غزوہ خندق میں بھی انہوں نے نہایت ہمت اور استقلال کا ثبوت دیا انصار کے قلعوں میں ''فارغ'' سب سے مستحکم قلعہ تھا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا تھا۔ یہ قلعہ یہود بنو قریظہ کی آبادی سے متصل تھا مستورات اسی میں تھیں اور ان کی حفاظت کے لئے حضرت حسان رضی اللہ عنہ (شاعر) متعین کر دیے گئے تھے۔ یہود نے یہ دیکھ کر کہ تمام جمعیت آنخضرت ﷺ کے ساتھ ہے قلعہ پر حملہ کر دیا، ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا اور قلعہ پر حملہ کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ لیا۔ حسان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اتر کر قتل کر دو ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو پتہ دے گا، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو ایک عارضہ ہوگیا تھا، جس نے اتنا کمزور کر دیا تھا کہ وہ لڑائی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکتے تھے، اس بنا پر اپنی معذوری ظاہر کی اور کہا کہ میں اس کام کا ہوتا تو یہاں کیوں ہوتا؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑ لی اور اُتر کر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ سر پھٹ گیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا چلی آئیں اور حسان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہتھیار اور کپڑے چھین لاؤ۔ حسان رضی اللہ عنہ نے کہا جانے دیجیے مجھ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا اچھا! جاؤ اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینک دو تا کہ یہودی مرعوب ہو جائیں لیکن یہ خدمت بھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہی کو انجام دینی پڑی۔ یہودیوں کو یقین ہوا کہ قلعہ میں بھی کچھ فوج متعین ہے اس خیال سے پھر انہوں نے حملہ کی جرأت نہ کی۔

11 ہجری میں آنخضرت ﷺ نے انتقال فرمایا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو جو صدمہ ہوا ہوگا ظاہر ہے، نہایت پر درد مرثیہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے:

لقد رسول الله اذ حان يومه فياعين جودى بالدموع السواجمه

''آنخضرت ﷺ کی وفات پر اے آنکھ! خوب آنسو بہا''

یہ مرثیہ ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے۔ (اصابہ، رقم 11411)

**وفات:** حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے 20 ہجری میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں اس وقت تہتر برس کا سن تھا۔

**Islamic Da'wah Institute**
62 Ennerdale Avenue, Stanmore, Middx. HA7 2LD
079 44 138 118

# ایک مسیحی کا قبولِ اسلام

اتوار 11 دسمبر 2016ء کو ایک 36 سالہ انگریز مسیحی مرد ٹیری ہیرس نے دعوتِ اسلامی انسٹیٹیوٹ کے ڈائرکٹر جناب محمد فیاض عادل فاروقی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اسلامی نام یاسین اختیار کرلیا۔ قبولِ اسلام سے پہلے اس کے سوالات کے جواب میں عادل فاروقی صاحب نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک اکائی یعنی واحد (یونٹ) ہے نہ کہ اکائیوں کا مجموعہ (یونٹی)۔ وہ اکلوتی حیثیت میں یک فرد اور یک اقنوم ذات ہے۔ نہ وہ کسی اور میں ہے نہ کوئی اور اُس میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نہ مذکر ہے نہ مؤنث کیونکہ اس پر مخلوقات کی کسی جنس کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ تاہم خدا کو مذکر کے صیغے سے اس لئے پکارا جاتا ہے کہ جس کی جنس نہ مذکر ہو نہ مؤنث، اسے بھی مذکر سے ہی پکارا جاتا ہے کیونکہ زبان میں تذکیر کا صیغہ تانیث سے پہلے بنا جیسے مَین سے وومن، میل سے فی میل۔ بائبل میں خدا کو باپ اور انسانوں کو خدا کے بیٹے حقیقی معنوں میں نہیں بلکہ تشبیہ و استعارہ کے مفہوم میں کہا گیا ہے جس طرح پوپ کو پوپ یعنی بابا، باپ اور فادر بطورِ عزت کہا جاتا ہے جبکہ وہ کسی انسان کا باپ ہونا تو کجا سرے سے شادی شدہ ہی نہیں ہوتا۔ عادل فاروقی صاحب نے خدا کی اکیلی ذات اور حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی جداگانہ اور الگ حیثیت کے ثبوت میں بائبل کی انجیل یوحنا کے باب 17، جملہ 3 کا حوالہ دیا جس میں کہا گیا ہے 'اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ (بشر) تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے، جانیں۔' چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی تعلیم کی رو سے خدا صرف ایک (واحد) ہی سچا (برحق) ہے جس سے تثلیث (ٹرینیٹی) کے عقیدے کی مکمل نفی ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ نے یہاں اپنا صحیح مقام بھی بتادیا ہے کہ انہیں خدا نے بھیجا ہے یعنی وہ خدا کے رسول (بھیجے ہوئے) ہیں نہ کہ خدا کا حصہ یا تناسخ بن کر آئے ہیں۔ اس موقع پر بائبل کے متعدد نسخوں کے انگریزی ترجموں میں خدا کے بارے میں یہی لکھا دکھایا The Only True God۔ عادل فاروقی نے قرآن اور بائبل سے یہ بھی ثابت کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر ہرگز موت واقع نہیں ہوئی بلکہ اللہ نے انہیں اوپر اٹھالیا اور قیامت سے پہلے ان کا نزول ہوگا۔ تب وہ اپنی طبعی حیات مکمل کرکے وفات پائیں گے۔

---

# سالانہ رپورٹ

# 2016ء

## انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ کا قیام 1998ء میں ہوا۔ انجمن اپنی تاسیس کے دن سے ہی اپنے مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنا اور خاص طور پر معاشرے کے تعلیم یافتہ طبقہ کو قرآن مجید کا پیغام ان کی ذہنی سطح کے مطابق پیش کرنا انجمن کے بنیادی مقاصد ہیں۔ ان سرگرمیوں کے جائزے، بہتری اور مشورے کے لیے انجمن کے مجلس عاملہ، مشاورت اور سالانہ اجلاسِ عام باقاعدگی سے منعقد ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں انجمن کی سال 2016ء کی سرگرمیوں کا اجمالی جائزہ درج ذیل ہے:

## 1۔ دروسِ قرآن وخطابات

☆ ترجمہ القرآن نشست: الحمدللہ انجمن خدام القرآن جھنگ کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی جھنگ میں ہفتہ وار ترجمہ القرآن نشست باقاعدگی سے منعقد ہو رہی ہے۔ اس تیسری ترجمۃ القرآن نشست کا آغاز 7/اگست 2015ء سے ہوا تھا جو کہ خطبہ جمعہ سے پہلے 11 بجے تا 12:35 بجے تک منعقد ہوتی ہے۔ جس میں اوسطاً 50 حضرات شرکت کر کے اپنے قلوب کو منور کرتے ہیں۔

☆ دروسِ قرآن مجید: انجمن کے زیر اہتمام شہر کے مختلف مقامات پر دروسِ قرآن مجید کا ہفتہ وار، پندرہ روزہ اور ماہانہ پروگرام کا درج ذیل سلسلہ بھی جاری ہے:

ہفت روزہ پروگرام: ☆ ہر اتوار بعد از نماز عشاء رہائش گاہ جناب صدیق شہزاد صاحب، محلّہ

سلطان والا جھنگ صدر میں درسِ قرآن ہوتا ہے جس کی سعادت انجمن کے ناظم اعلیٰ جناب عبدالمجید کھوکھر صاحب حاصل کرتے ہیں۔ اس درس سے قریباً 10 سے 15 افراد مستفید ہوتے ہیں۔

پندرہ روزہ پروگرام: ☆ ہر مہینے کے پہلے اور تیسرے منگل کو رہائش گاہ جناب رانا امتیاز احمد صاحب محلّہ سلطان والا جھنگ صدر میں درس منعقد ہوتا ہے جس میں تدریس کی ذمہ داری جناب عبداللہ اسماعیل صاحب ادا کرتے ہیں۔ ☆ دوسرا پروگرام مہینے کے دوسرے اور چوتھے منگل جامع مسجد عبیداللہ (المعروف گنبدوں والی مسجد) جھنگ صدر میں بعد از نماز عشاء صدر انجمن جناب مختار فاروقی صاحب کا درس ہوتا ہے۔ اس سال یہاں 19 سال سے سلسلہ وار ترجمہ القرآن جاری رہ کر 22 مارچ 2016ء کو اختتام پذیر ہوا۔ اس موقع پر ایک تقریب بھی منعقد کی گئی جس میں اہل علم حضرات نے شرکت فرما کر اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا اور 26 اپریل 2016ء سے دوبارہ ترجمہ القرآن کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

ماہانہ پروگرام: ☆ ہر مہینے کے دوسرے بدھ کو مسجد بلال محلّہ احمد نگر، کالج روڈ جھنگ صدر۔ اور ☆ ہر مہینے کے پہلے سوموار کو رہائش گاہ حاجی منظور انور صاحب، سیٹلائٹ ٹاؤن جھنگ۔

ماہانہ تربیتی نشست برائے خواتین: ☆ قرآن اکیڈمی جھنگ کے خواتین ہال میں خواتین کے لیے ہر ماہ کے پہلے منگل کو صبح 9:00 تا 11:00 بجے تربیتی نشست باقاعدگی سے منعقد ہوتی ہے جس میں درسِ قرآن، مطالعہ حدیث، مطالعہ سیرت النبی، سیر صحابیات اور مختلف موضوعات پر لٹریچر کا مطالعہ کروایا جاتا ہے۔ خواتین کے لیے پک اینڈ ڈراپ کی سہولت مہیا کی گئی ہے جس کے اخراجات انجمن برداشت کرتی ہے۔ ☆ اس سلسلہ کی دوسری ماہانہ تربیتی نشست مدرسہ جنت القرآن للبنات سرکلر روڈ جھنگ سٹی میں ہر ماہ کے دوسرے اتوار کے روز منعقد ہوتی ہے۔ ان نشستوں میں 80 تا 100 خواتین باقاعدگی سے شریک ہوتی ہیں جس سے خواتین میں دین سیکھنے کے جذبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

خطاباتِ جمعہ: صدر انجمن قمری مہینے کا تیسرا جمعہ قرآن اکیڈمی میں پڑھاتے ہیں اور اس کے علاوہ باقی جمعہ المبارک جامع مسجد عبیداللہ میں پڑھاتے ہیں۔ دورانِ سال یہ سلسلہ جاری رہا۔

درس قرآن/درس حدیث: علاوہ ازیں جامع مسجد قرآن اکیڈمی میں روزانہ بعد از نماز فجر

درسِ قرآن اور بعداز نمازِ عشاء درس حدیث کی مختصر نشست منعقد ہوتی ہیں۔

## 2۔ خصوصی تقاریب

☆ 23 مارچ 2016ء کو (یومِ پاکستان کی مناسبت سے) قرآن اکیڈمی جھنگ کے آڈیٹوریم ہال کے افتتاح کے موقع پر ایک خصوصی تقریب منعقد کی گئی جس کا عنوان تھا ’انسانیت کا مستقبل قرآن مجید سے وابستہ ہے‘۔اس تقریب کے مہمان خصوصی محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب امیر تنظیم اسلامی پاکستان، نے جامع خطاب فرمایا۔اس تقریب میں قریباً 250/300 افراد نے شرکت کی۔

☆ رمضان المبارک میں 27 ویں شب کو یومِ آزادیٔ پاکستان کے حوالے سے قرآن اکیڈمی جھنگ میں مورخہ 3 جولائی 2016ء کو ایک خصوصی تقریب کا پروگرام بنایا گیا۔جس کے لیے ملک کے مذہبی سکالر اور کالم نگار جناب اوریا مقبول جان صاحب کو خطاب کی خصوصی دعوت دی گئی اور دعوت نامے تقسیم کیے گئے۔مہمان خصوصی نے پاکستان کی آزادی 27 رمضان کو معرض وجود میں آنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔اس تقریب کو قریباً 200/250 افراد نے رونق بخشی۔

☆ 12 ربیع الاوّل 1438ء (12/دسمبر) بروز سوموار کو قرآن اکیڈمی جھنگ کے آڈیٹوریم ہال میں ’’رحمت للعالمین ﷺ سیمینار‘‘ کا انعقاد کیا گیا۔جس کی صدارت کے لیے جناب ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ فرزندار جمند جناب ڈاکٹر عارف رشید صاحب کو مدعو کیا گیا تھا لیکن پروگرام کے دن شدید دھند کی وجہ سے راستے بند تھے اس لیے وہ تشریف نہیں لا سکے۔دیگر مہمانانِ گرامی جناب ڈاکٹر طاہر خان خاکوانی صاحب (صدر انجمن خدام القران ملتان) اور جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب (صدر انجمن خدام القران فیصل آباد) نے سیمینار کو رونق بخشی اور سیرۃ النبی ﷺ پر بہت اچھی تقاریر کیں جن سے سامعین بہت متاثر ہوئے۔پروگرام کے اختتامی کلمات جناب فاروقی صاحب نے بیان کیے اور دُعا کروائی۔یہ پروگرام دن کے وقت 10:00 تا 1:00 بجے ہوا۔اس میں تقریباً 500 خواتین وحضرات شریک ہوئے۔اختتام میں شرکاء کی تواضع کے لیے لنچ بکس تقسیم کیے گئے۔

## 3۔ تعلیمی وتربیتی پروگرام

☆ فروری 2016ء میں قرآن اکیڈمی یٰسین آباد کراچی کے ایک سالہ کورس کے طلباء کرام

کے لیے بھی ایک خصوصی کورس کا انعقاد کیا گیا جس میں 13 طلباء نے شرکت کی۔☆ اس کے علاوہ حسب سابق اس سال بھی قرآن اکیڈمی جھنگ میں پچیس روزہ قرآن فہمی کورس بعنوان ''پھر سوئے حرم لے چل'' کے دو پروگرام منعقد کیے گئے۔ایک پروگرام 13 مئی تا 03 جون منعقد ہوا جس میں پندرہ خواتین وحضرات نے شرکت کی اور دوسرا پروگرام 13 جولائی تا 6 اگست منعقد ہوا جس میں 13 افراد شریک ہوئے۔ ان پروگراموں کے شرکاء مقامی ہونے کی وجہ سے یہ پروگرام صبح 8 بجے تا دوپہر ایک بجے منعقد کیا گیا۔حسب روایت ان کورسز کے قیام وطعام کے تمام اخراجات انجمن نے برداشت کیے۔کورسز کی تکمیل پر اختتامی تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں مہمان خصوصی جناب فضل الرحمٰن جوئیہ صاحب صدر بار کونسل جھنگ اور رائے اعجاز بھٹی صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔اور شرکاء نے اپنے تاثرات بھی بیان کیے۔

25 روزہ کورس برائے خواتین: مدرسہ جنت القرآن (للبنات) جھنگ سٹی میں رمضان المبارک میں خواتین کے لیے پچیس روزہ فہم قرآن وسنت کورس منعقد کیا جاتا ہے۔لیکن اس سال بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر یہ کورس منعقد نہیں کیا جاسکا۔

عربی کلاس: ☆ انجمن کے معزز اراکین کی فرمائش پر خواتین کے لیے خصوصی عربی کلاس کا اہتمام محترم جناب ڈاکٹر سعید آفتاب صاحب کے تعاون سے ان کی رہائش گاہ سرور کالونی ٹوبہ روڈ جھنگ صدر میں فروری سے مئی تک دوپہر 01:30 بجے تا 03:00 بجے تک منعقد کی گئی جس میں دس خواتین نے شرکت کی۔کلاس کے اختتام پر ان خواتین میں اسناد فضیلت تقسیم کی گئیں۔ ☆ جنوری 2016ء سے حلقہ احباب کی عربی زبان میں دلچسپی اور سہولت کے پیش نظر قرآن اکیڈمی جھنگ میں ہفتہ وار ترجمۃ القرآن نشست کے بعد عربی کلاس (دورانیہ 20-25 منٹ) منعقد ہوتی ہے۔ترجمۃ القرآن نشست کے تمام شرکاء اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

ناظرہ قرآن مجید کلاس: قرآن اکیڈمی میں آس پاس کے مقامی بچوں کے لیے ناظرہ قرآن مجید کی کلاس اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جاری ہے جس میں بچوں کی شرکت حوصلہ افزا ہے۔

## 4۔ رمضان المبارک

استقبالِ رمضان المبارک: استقبال رمضان کے سلسلے میں مورخہ 3 جون 2016ء کو

قرآن اکیڈمی جھنگ میں خطبہ جمعہ سے قبل استقبالِ رمضان کا پروگرام منعقد ہوا جس سے صدر انجمن جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب نے خطاب فرمایا اور عظمت قیام وصیام رمضان پر روشنی ڈالی۔

☆ دورہ ہائے ترجمہ القرآن: سال 2005ء سے قرآن اکیڈمی جھنگ میں تراویح کے ساتھ دورہ ترجمۃ القرآن کا سلسلہ جاری ہے۔ اس سال بھی شہر میں دورہ ترجمۃ القرآن کی تین نشستوں کا انتظام کیا گیا جن میں ایک نشست جامع مسجد عبیداللہ جھنگ صدر میں منعقد ہوئی جہاں صدر انجمن انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب نے تدریس کے فرائض انجام دیے (موسم گرما کی شدت کے باعث چند سال سے ترجمہ پندرہ پاروں کا کیا جارہا ہے یہاں اس سال پارہ 16 تا 30 کا ترجمہ ہوا) جبکہ دوسری نشست قرآن اکیڈمی جھنگ میں منعقد ہوئی جہاں مفتی عطاء الرحمٰن صاحب نے (پارہ 11 تا 20 کے) ترجمہ قرآن کی سعادت حاصل کی اور تیسری نشست کا انتظام جناب رائے اعجاز احمد صاحب کے مکان الامیر ہاؤس گوجرہ روڈ جھنگ صدر میں کیا گیا جس میں انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب نے پہلے پندرہ پاروں کے ترجمہ کی ذمہ داری احسن طریقے سے سرانجام دی۔ تینوں جگہوں میں اختتام القرآن کے موقع پر صدر انجمن جناب مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا۔ اس موقع پر قرآن فہمی کے بارے میں کتابچے تقسیم کیے گئے۔ حاضرین کی تعداد حوصلہ افزا تھی۔ ان پروگراموں کی تشہیر کے لیے دعوت نامے تقسیم کیے گئے اور فلیکس کے ذریعے تشہیر کا انتظام کیا گیا۔

## 5۔ نشر واشاعت

☆ ماہنامہ حکمت بالغہ: الحمدللہ ماہنامہ حکمت بالغہ اپنے آغاز سے باقاعدگی سے شائع ہورہا ہے اور اہل علم حضرات کی طرف سے تحسین کے خطوط بھی موصول ہوتے رہتے ہیں۔ حکمت بالغہ کی اشاعت کو دس سال مکمل ہوگئے ہیں اور 10 خصوصی اشاعتیں بھی شائع ہوئی ہیں۔ اس سال خصوصی شمارہ ماہِ نومبر میں بعنوان ''احیائے فکر اقبال نمبر'' شائع کیا گیا جس پر اہل علم کے تاثراتی خطوط موصول رہے ہیں۔

☆ سلسلۂ مطبوعات: مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ کے سلسلہ مطبوعات میں اب تک صدر انجمن جناب مختار حسین فاروقی صاحب کی درج ذیل تصانیف شائع ہوچکی ہیں:

☆ جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے 100 سال ☆ یاجوج ماجوج؟

☆ 21 اسلامی انقلابی شخصیات (حصہ اول، دوم، سوم اور مکمل)

☆ صہیونیت (قرآن مجید کی روشنی میں) ☆ 10 علامات قیامت

☆ تعمیر سیرت و کردار (ایک حدیث مبارکہ کی وضاحت)

☆ کتاب تعمیر سیرت و کردار کے 15 ابواب کے الگ الگ 15 کتابچے

☆ درس قرآن کی تیاری کیسے کریں؟ ☆ قرآن مجید کے حقوق

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ کی جانب سے ملک بھر کی تمام انجمن ہائے خدام القرآن کے ممبران کے لیے مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ کی مطبوعات 50 فیصد رعایت (علاوہ پوسٹل چارجز) میں دستیاب ہیں۔

☆ اہل علم اور مقتدر حضرات سے رابطہ: امسال ناظم اعلیٰ انجمن جناب عبد المجید کھوکھر صاحب نے انجمن کے رکن شوریٰ جناب حاجی منظور انور صاحب کے ساتھ مل کر شہر کے مقتدر سرکاری افسران، اہل علم حضرات، تاجر اور پرائیویٹ اداروں میں ملاقاتیں کیں۔ ان ملاقاتوں میں ان حضرات کی توجہ قرآن فہمی کی طرف دلائی گئی۔

## 6۔ تعمیرات

قرآن اکیڈمی جھنگ کے آڈیٹوریم کی تزئین و آرائش کا کام الحمدللہ کافی حد تک مکمل ہو گیا ہے۔

## 7۔ متفرقات

☆ سٹی آفس انجمن: بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر سٹی آفس برائے انجمن خدام القرآن جھنگ گوجرہ روڈ جھنگ صدر 31 دسمبر 2015 سے بند کر دیا گیا ہے۔

الہدیٰ لائبریری: قرآن اکیڈمی جھنگ میں الہدیٰ لائبریری قائم ہے جس میں تفاسیر، کتب، آڈیو ویڈیو مواد دستیاب ہے اور ماہنامہ حکمت بالغہ میں تبصرے کے لیے کتب اور تبادلہ میں 50 سے زائد رسائل و جرائد ہر ماہ موصول ہو رہے ہیں۔

☆ شب بیداری: مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی جھنگ میں ہر قمری ماہ کی 27 تاریخ کو شب بیداری کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ پروگرام اسی سال 27 رجب (مئی) سے شروع کیا ہے اور باقاعدگی سے جاری ہے۔ امید ہے کہ آنے والے وقتوں میں لوگوں کی اکثریت اس میں حصہ لینے کی سعادت حاصل کرے گی۔

تقسیم الکتاب:	قرآن فاؤنڈیشن لاہور کی جانب سے قرآن مجید کا اردو ترجمہ وتشریح ''الکتاب'' کا تحفہ انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں 700/1100 یا اس سے زائد نمبر حاصل کرنے والے طلباء کو دیا جاتا ہے۔ جھنگ اور گردونواح کے علاقہ میں تقسیم ''الکتاب'' کا کام انجمن کر رہی ہے۔اس سال 6 طلبہ کو'الکتاب' تقسیم کی گئی۔

تحفظ قرآن:	قرآن اکیڈمی میں مقدس اوراق اور شہید قرآن پاک جمع کر کے انہیں ایک کمرہ میں سٹور کر لیا جاتا ہے۔ پھر گورنمنٹ آف پنجاب (پنجاب قرآن بورڈ) کی جانب سے تفویض کردہ 'الم ریسائکلنگ فیکٹری' فیصل آباد کو بھجوا دیے جاتے تھے مگر چند وجوہات کی بنا پر حکومت پنجاب (محکمہ اوقاف) نے اس فیکٹری کو کام کرنے سے روک دیا ہے جس وجہ سے قریباً دو تین ٹرک کا سامان اکیڈمی میں موجود پڑا ہے۔البتہ پنجاب حکومت سے بات چیت جاری ہے تاکہ وہ ان مقدس کاغذات کو ٹھکانے لگانے کے لیے انتظام کریں۔

ہاسٹل سکیم:	منصوبہ ہے کہ قرآن اکیڈمی میں پوسٹ گریجوایٹ طلبا کی رہائش کے لیے اسلامی ہاسٹل قائم کیا جائے۔اس سلسلہ میں فرنیچر، تعمیرات، اور دیگر ضروریات کسی حد تک مکمل کر لی گئی ہیں۔البتہ اس سکیم کو اب تک ضروری وسائل نہ ہونے کی وجہ سے شروع نہیں کیا جا سکا۔

مہمانانِ کی آمد:	قرآن اکیڈمی جھنگ کے وزٹ کے لیے اہل علم حضرات تشریف لاتے رہتے ہیں۔اس سال بھی محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب امیر تنظیم اسلامی پاکستان، جناب ڈاکٹر طاہر ابرار صاحب (صادق آباد) جناب فضل حسین چودھری میرپور، جناب حافظ محمد رفیق لاہور، جناب ملک احسان الٰہی فیصل آباد، جناب اویس قریشی لاہور، جناب شیخ عبدالرحیم لاہور، جناب مفتی اویس پاشا قرنی صاحب وطلبہ کرام قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، کراچی، جناب مولانا سعید احمد الحسینی (کراچی)، جناب مولانا محمد ثاقب رسالپوری (مدرسہ ماہی الاحسان)، جناب عاشق علی چودھری (فیصل آباد)، جناب ڈاکٹر عبدالسمیع (فیصل آباد)، جناب ڈاکٹر طاہر خان خاکوانی (ملتان) قرآن اکیڈمی جھنگ میں تشریف لائے اور اپنے تاثرات بھی قلم بند کیے۔

---

# تبصرو تعارف کتب

## 1 مطالعہ قرآن مجید

سورۃ الفاتحہ و سورۃ البقرۃ 1 تا 39

مرتب: ڈاکٹر جہاں زیب ندیم

ناشر: انجمن خدام القرآن فیصل آباد

تبصرہ نگار: حافظ عطاء الرحمٰن

انجمن خدام القرآن کے نام سے ادارے تقریباً تمام بڑے شہروں میں قائم ہیں اور ان کا بنیادی مقصد قرآن حکیم کے علم وحکمت کی وسیع پیمانے پر اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ یہ ادارے اس مقصد کے حصول کے لیے عربی کلاسیں، قرآن فہمی کے کورس، دورۂ ترجمۃ القرآن اور دروسِ قرآن کا سلسلہ اور کتب اور رسائل کی اشاعت اور دیگر وسائل کو بروئے کار لاتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب اسی سنہری سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب جناب ڈاکٹر جہاں زیب ندیم صاحب نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ مرتب کی ہے۔ موصوف انجمن خدام القرآن فیصل آباد سے وابستہ ہیں انھوں نے متعدد تفاسیر اور عربی لغت و گرامر کی کتابوں سے استفادہ کر کے ہر آیت میں موجود تمام کلمات کی صرفی تحقیق اور ہر اسم اور فعل کا مادہ اشتقاق اور اس مادہ سے بننے والے جتنے الفاظ قرآن مجید میں آئے ہیں ان کے معانی اور استعمالات اور آیات کی نحوی ترکیب اور لفظی اور بامحاورہ ترجمہ اور مختصر تفسیر بھی بیان کی ہے۔ صفحہ 97 کی پہلی سطر میں جو لکھا ہے کہ: ''مَکِیْنٌ ، فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے کَوْنٌ مصدر سے''۔ یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی؛ کیونکہ کَوْنٌ سے فَعِیْلٌ کا وزن کَوِیْنٌ بنتا ہے نہ کہ مَکِیْنٌ۔ مجموعی طور پر یہ کتاب ابتدائی عربی زبان و گرامر سے واقف قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھنے کے خواہشمند حضرات کے لیے خاص طور پر بہت مفید ہے۔ قرآن کے طالب علموں اور قرآن کا درس دینے والے

حضرات اس کتاب سے بہتر استفادہ کرسکتے ہیں۔ کتاب معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری خوبیوں یعنی خوبصورت ٹائٹل، اعلیٰ جلد بندی، عمدہ کاغذ اور اچھی طباعت سے بھی آراستہ ہے۔

2 سیرت وسوانح امام الاولیاء، شیخ التفسیر

## حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مولف: مولانا محمد عبدالمعبود

ناشر: القاسم اکیڈمی، خالق آباد، نوشہرہ

تبصرہ نگار: ثاقب نذر

پنجاب کی سرزمین پر قدرت خداوندی نے بعض ایسی ہستیاں پیدا فرمائیں کہ جو اپنی مثال آپ ہیں۔ اسی طرح اس سرزمین پر کچھ محیر العقول واقعات بھی رونما ہوئے، جن میں ایک یہ بھی ہے کہ پنجاب کے سکھ گھرانے میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ نے حق کا نور عطا فرمایا اور وہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوا اور پھر اس نے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر روحانی منازل طے کیں پھر اسی گھرانے کو اللہ تعالیٰ نے 2 رمضان 1304ھ/ 25 مئی 1887ء بروز جمعہ کو ایک فرزندار جمند عطا فرمایا۔ جس کا نام احمد علی رکھا۔ یہی بچہ آگے چل کر امام الاولیاء و شیخ التفسیر کہلوایا۔ اکابر علماء کرام میں سے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب علمی و روحانی کمالات کی بنا پر ایک نمایاں مقام رکھتے تھے۔ برصغیر کی تحریک آزادی میں ان کا کردار، خلوص، کاوشیں اور جدوجہد مطالعہ کے لائق ہیں۔ آپ نے عوام الناس کے لیے زندگی کے ہر شعبے میں بہترین رہنما اصول چھوڑے۔

زیر تبصرہ کتاب میں مولانا عبدالمعبود صاحب نے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی جس طرح جامع سوانح حیات لکھی ہیں شاید ہی کسی نے اس جیسی جامع لکھی ہوں جو کہ زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے۔ اس کتاب پر شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی تقدیم نے اس کو مزید مستند قرار دیا ہے جن کی شخصیت کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ القاسم اکیڈمی نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ اُن اکابرین کی سوانح منظر عام پر لایا جائے جن تک عام طور پر عوام کی رسائی نہیں ہے تاکہ عوام میں معلومات عام ہوں۔ زیر تبصرہ کتاب بہت ہی جامع اور مؤثر ہے ہر فرد کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے اور لائبریریوں کی زینت بننے کے لائق ہے۔

# قرآن اکیڈمی جھنگ

## میں

## شعبۂ تربیت کے زیرِ اہتمام

## ہر اسلامی مہینے کی 27 ویں شب کو

# شب بیداری (نمازِ عشاء تا نماز فجر)

(کل وقت کو 3 حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ اجتماعی پروگرام کے لیے،
ایک حصہ آرام اور ایک حصہ ذاتی اَوراد و نوافل اور تلاوت کے لیے ہوتا ہے)

## کا پروگرام ہوتا ہے

## مطالعۂ کتب، افہام و تفہیم

## اور سوالات کے جوابات

## انجینئر مختار حسین فاروقی

☆ صدر انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ ☆ مدیر ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ

☆ ناظم اعلیٰ تحریک خلافت پاکستان (رجسٹرڈ) لاہور

## اس پروگرام میں تمام وقت شرکت کرتے ہیں۔

## قابل توجہ

☆ پروگرام میں شرکت کرنے والے حضرات نمازِ عشاء قرآن اکیڈمی میں ادا فرمائیں۔ یہ پروگرام نماز فجر پر ختم ہوتا ہے۔ ☆ جزوی شرکت کی اجازت نہیں ہے۔ ☆ ہر آدمی اپنا کھانا اپنے ساتھ لاتا ہے۔ لنگر کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔

شرکت کی دعوت عام ہے۔ (ادارہ)

# فرمودۂ اقبال

## پرواز

کہا درخت نے اِک روز مرغِ صحرا سے
ستم پہ غم کدۂ رنگ و بو کی ہے بنیاد
خدا مجھے بھی اگر بال و پر عطا کرتا
شگفتہ اور بھی ہوتا یہ عالم ایجاد

دیا جواب اُسے خوب مرغِ صحرا نے
غضب ہے، داد کو سمجھا ہوا ہے تو بیداد!
جہاں میں لذتِ پرواز حق نہیں اُس کا
وجود جس کا نہیں جذبِ خاک سے آزاد